

"خیر خبیث سوئے کا جائز کمال ہے؟"

"اگر ہمیں یہ بات معلوم ہوتی تو بھی نہ بتاتے۔ ہاں مسٹر جیوال

نے ضرور ہم سے پچھتے کی کوشش کی تھی۔ اور اگر ہمیں معلوم ہوتا

ا، ضرور ہم سے اگلوں لیتے۔ کیونکہ انہوں نے یہ کام پہنچانم سے لیتا

-

"لیکن جب پتھر کے اس مکان کا جائزہ لیں گے اور یہ محosoں پر اتفاق

ہمیں کے بالکل اٹ ہوا تھا۔ سیٹ بند کر کے وہ ان سے حاطب
ہوا۔

"من لیں آپ لوگوں نے اپنے بھوں کی باتیں۔"

"بہت خوشی ہوتی یہ باتیں سن کر۔"

"لیکن جب پتھر کے اس مکان کا جائزہ لیں گے اور یہ محosoں پر اتفاق
کریں گے کہ یہاں ہرے پہنے ہیں تو اس وقت یہ خوشی دھری کی دھری
لیمارت اسکندر جشید کے آگے ہوا ہو گئی۔" راثور نے جھلاتے ہوئے
رو چائے گی۔

"ہمیں بھی وہی خوشی پسند ہے۔ جو دھری کی دھری نہ عذازیں کما۔

جائے۔" مکھن بولا۔

"اب تم لوگوں سے کون مفرما رے۔" راثور نے بھنا کر کما۔

"ہاں! انہیں کو کہ رہا ہوں۔ اچھا میں اب اپنا داماغ خالی

"نہ ماریں آپ۔ ہم خود ایک دوسرے سے مفرما ریں گے۔ ہوس کرنے لگا ہوں۔ شاید تم لوگوں سے باتیں کرنا دنیا کا مشکل ترین

اس کام کے تو ہم ماهر ہیں۔"

"اچھا۔ اب میرا داماغ نہ چائیں۔ میں اب آرام کروں گا۔"

"وتھی بھی لبی تھی چھوڑیں انکل راثور۔ ہم اتنے قاتلے پر ہوتے میں تو بھی جیج ابھری تھی۔

"اگر کیا ہوا رکھ۔ اورہ انکل۔ راثور۔" محمود بلند آواز

ہوئے آپ کا داماغ کس طرح چاٹ سکتے ہیں۔" مکھن نے منہ بیٹایا۔

لی بولا۔

"کتنے قاتلے پر رہتے ہوئے۔" راثور نے پوچھا۔

"جتنے پر آپ ہیں۔ اب ہمیں کیا معلوم۔ آپ کتنے قاتلے،

ہیں۔"

لیکن انکل کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔

○☆○

پراسرار دیواریں

نشانات راستے پر گرائیں گے... یا چھوڑیں گے... وہ رانور کے طم
ل آجائیں گے... اور وہ ان کو ساتھ ساتھ ختم کروادے گا... اس
لئے ہم لوگ اپنے ساتھیوں تک نہیں بخیج سکیں گے... دوسرے الفاظ
لئے ہم رانور تک نہیں بخیج سکیں گے۔ انہوں نے پریشانی کے عالم میں

"آپ ہمیں یہاں کیوں لائے پو فیسر صاحب"۔ خان رحمان کے
لیے میں حیرت تھی۔

"یہ میرے پڑوی کا گھر ہے۔ اس گھر میں کوئی ثی وہی کہاں میں آجائے گا"۔

نصب نہیں ہو گا۔ نہ کوئی ٹرانسیٹر ہو گا۔ لہذا ہم بلاکٹے بات کر کے
بر اخیال کی ہے۔" ہاں! ہم نے سوچا یہی تھا۔ لیکن ایسا ہے نہیں... کم از کم
ہیں۔" انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

"کیا کوئی خاص بات ہے؟" "اگر تم نے تیزی نہ دکھائی جیشید تو ہم لن سب کا سراغ کریں گے"۔

نشانات مٹانے والے تو تمہیں نظر آئی سکتے ہیں۔ ان کا
ذائق کیا جا سکتا ہے۔"

"رانور اتنا سیدھا نہیں... کہ وہ ہماری لکھتے والی چال کا کوئی تباہ
نہ کر سکا ہو۔" "آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟" انکے پڑھنے دھک سے لے گئے

"میرا خیال ہے... اس نے کسی طرح وہ تحریر بھی پڑھ لی ہے۔
جو ہم نے ابھی لکھی تھی۔ مطلب یہ کہ محمود، قاروق، فرزانہ وغیرہ

وہ آئندھی اور طوفان کی طرح وہاں سے لٹکے اور اپنی کاروں میں

لیے اور یہ بھی کہ ہم کمال ہیں۔“
”ہاں تھیک ہے۔“

اس سڑک پر آگئے جس پر انہیں روانہ کیا تھا۔ قادر قرانہ انہوں نے ٹرانسیور سیٹ پر ان سے رابطہ کیا۔ آواز سننے والی وہ ان کے باقی ساتھیوں کو جو نشانات سڑک کے کنارے چھوڑنا تھے ان کی لے۔

ٹلاش میں نظرس دوڑاتے گے۔ لیکن کوئی نشان نظرنا آیا۔
”ہاں جمیں۔ کیا رپورٹ ہے۔“

”یہ تو ایسا گلتا ہے۔ جیسے وہ بالکل ساتھ ساتھ نشانات مٹا۔“ کوئی ایک نشان بھی موجود نہیں ہے۔ اور وہ سب غائب بھی چلے گئے ہیں۔“ منور علی خان نے یہ اسامد نہیں۔

”وہ نہیں۔ رانور کے آدمی۔“

”ہوں۔ لیکن انہیں پہلے اس سڑک پر شہر سے باہر جانا تھا۔“ کہنا کیا ہے۔ اسی سمت میں آگے جا رہے ہیں۔ دیے شر سے باہر جا کر وہ رانور سے رابطہ کریں گے۔“

وہ نہیں ایک پتھر کی عمارت بہت اوپھائی پر دکھائی دے رہی ہے۔“ کویا ہمیں فی الحال نشانات کی ضرورت نہیں۔ سیدھے ٹب۔ ہو سکتا ہے۔ وہ اس عمارت میں ہوں۔“

”وہ عمارت ہم لوگوں کے لیے جال بھی ہو سکتی ہے جمیں۔“

”ہاں بالکل۔“ وہ ایک ساتھ بولے۔

”اب جو بھی ہو گا۔ ہمیں جانتا تو ہو گا۔“ وہ مکرائے شر سے باہر آ کر انہوں نے نشانات کو بخوردیکھا۔ لیکن ”ا۔“ اپھا خدا حافظ۔ عمارت میں داخل ہونے سے پہلے بھی مجھے اس طرح غائب تھے جیسے گدھے کے مریضگ۔

”اف ماں! اب ہم کیا گریں۔ ہم نے تو سوچا تھا۔ پہلے۔“ الوکے۔ وہ بولے۔

آرام سے رانور کے قبیلے میں ملک جائیں۔ پھر ہم حرکت میں آئیں۔ سیٹ بند کر کے وہ اور پڑھ گئے۔

”کیونکہ نشانات نہایت آسمانی سے ہمیں وہاں پہنچا دیں گے۔“ پتھر کی یہ عمارت پر اسرار اُنگ روی ہے۔“ خان رحمان یعنی ہوا اٹ۔ اب ہم کیا کریں۔“

”اسی سمت میں آگے چلتے ہیں۔“ الپکڑ جمیں بولے۔

”لیکن اس سے پہلے ہمیں پروفیسر صاحب کو صورت حال تنا

”ہاں واقعی۔ کیا ہم پسلے کبھی ان اطراف میں آئے ہیں۔“
”لادا اس کے ساتھ اپنے ساتھیوں کی زبانی کا مطالبہ کرے گا۔“
”شمالی سڑک پر ہم نے اکثر سفر کیا ہے۔ لیکن پھر کی عمارت ”بیوں۔ اور جشید۔ کیا تم اس کا یہ مطالبہ مان لو گے۔“ خان
کبھی نظر نہیں آئی۔“

”حررت کی بات ہے۔۔۔ عمارت یونہی نہیں بن جاتی۔۔۔ یعنی“ ”اقوس نہیں۔۔۔ میں ایک فیصلہ کر چکا ہوں۔۔۔ یہ کہ سونے کا
جن کو حکم دیا اور عمارت بن گئی۔۔۔ ضرور کوئی چکر ہے۔۔۔ پھر اس کے حوالے نہیں کروں گا۔“
”مارت بنانا یوں بھی آسان نہیں ہوتا۔۔۔“

”جیسا سونے کا جزا اتنا جانوں سے زیاد چیز ہے؟“ منور علی
”خیر خیزو۔۔۔ ہم اس عمارت تک پہنچتے ہیں۔۔۔ اور دیکھتے ہیں۔۔۔ خان نے منہ بنا دیا۔۔۔“

”اس میں کون رہتا ہے۔۔۔ اور اس نے یہ عمارت کس طرح بنائی ہے؟“ ”جیسیں۔۔۔ لیکن یہ مسئلہ قیمت کا نہیں۔۔۔ ملک کی عزت کا
”ٹھیک ہے۔۔۔ وہ ایک ساتھ بولے“

”ان کا سفر جاری رہا۔۔۔“

”اگر وہ لوگ اس عمارت میں ہیں۔۔۔ تب تو ہم بہت آسانی میں طرح ناکام ہو چکے تھے۔۔۔ اپ وہاں سے اس کو لے آئے ہم۔۔۔
ان تک بخچ گھے۔۔۔ پھر بھلا راثور کو نشانات مٹوانے کی کیا خواہی دارے ملک میں ہماری اس کامیابی کا اعلان کر دیا گیا۔۔۔ لفڑا اب اس
”چی؟“ اسپلے کامران مرزا بھن کے عالم میں بولے
”ہاں! یہ بات مجھے بھی پریشان کر رہی ہے۔۔۔ شاید ہم را نہیں۔۔۔ ذرا سوچ خان رحمان۔۔۔ انشارج کا صدر بھی سونے کا جزا چاہتا
کسی چال میں آنے والے ہیں۔۔۔“

”سوال یہ ہے کہ راثور چاہتا کیا ہے؟“ خان رحمان بولے
”کم وہ ہمارے افراد کے بدلتے میں تو اپنے افراد لے عی لیتے۔۔۔ لیکن وہ
”ہاں! کیا وہ چاہتا ہے۔۔۔ ہمیں بھی اپنے قابو میں کر لے
ہمیں پریشان رکھنا چاہتے ہیں۔۔۔ ماکہ ہم کسی طرح جزا ان کے حوالے
پھر مطالبہ کرے۔۔۔ سونے کے جزا کا پاہتا نہ کا۔۔۔“

”اس کے علاوہ اور اس کا کیا پروگرام ہو سکتا ہے۔۔۔ زیادا۔۔۔“ ”ٹھیک ہے جشید۔۔۔ اب کچھ ہو جائے۔۔۔ ہم بھی جزا ان کے
کر دیں۔۔۔“

حوالے نہیں کریں گے۔

”ہاں! یہ ہے کام کی بات۔ اس وقت پوری دنیا کی نظر ہے۔“ لیکن عمارت کی محل کی چٹان بھی تو کبھی نظر نہیں آئی تھی۔

”ہم پر ہیں اور اخراج پر بھی۔ سب جانتے ہیں۔ ان دونوں ملکوں خان رحمان نے کہا۔“

”درمیان کیا سرد جگ لڑی جا رہی ہے۔ ہاں! یہ سرد جگ ہی ہے۔“ ”ہاں! یہ بات بھی یہ ہے۔“ خیوں پہلے تو اس کا ایک چکر لگا۔

اگر آج ہم نے سونے کا جہاز ان کے حوالے کر دیا۔ تو کل قریب 10 لین۔“

”تم کے دیاؤ ڈال کر پھر ہمارے ملک کی کسی بھی چیز کا مطالبہ کر دیا کرے۔“ پھر کیا باری پاری اپنی تمام کام کی چیزیں ہم ان کے حوالے کے رہیں گے۔ آخر میں ہمارے پاس کیا رہ جائے گا؟“

”انہوں نے چکر لگانا چاہا۔ لیکن اس کے تین طرف گمراہ کھایاں تھیں۔“ گوا اس طرف جانے کا راستا رہے سے نہیں تھا۔

”ہم نے بلاوجہ وقت ضائع کیا۔“ یہ محدث ہے ہی نہیں۔

”اب بات بھجھ میں آ رہی ہے جیشید۔ یہ معاملہ صرف چنان ہے۔ اُو وابس چلیں۔“ اسکلر جشید منہ بنا کر بولے۔

”لیکن نہ جانے کیا بات ہے۔“ وقار کا مسئلہ ہے۔

”آئندہ سکھ جنین سے آزادانہ زندگی گزارنے کا مسئلہ ہے۔“ خان رحمان وہڑک رہا ہے۔ اسکلر کامران مرزا نے کہا۔

”دل میرا بھی اسی انداز میں وہڑک رہا ہے۔“ خان رحمان بولے۔

”تب پھر۔ ہم اس چٹان سے کان لگا کر سننے کی کوشش کرتے ہیں۔“

”انہوں نے کان اس سے لگا دیے۔ لیکن کوئی آواز سنائی نہ دی۔“

”یہ کیا۔ اس عمارت کا تو کوئی دروازہ ہی نہیں ہے۔“

”ایک چٹان ہے۔ لیکن اس کا کتنا ڈا ایسا ہے۔ کہ جیسے یہ کوئی مدد ہو۔“ ہم بھی یہی کہ رہے تھے کہ اس طرف پہلے تو کوئی عمارت فرمائیں۔

”اچھی بات ہے۔“

منور علی خان نے اپنی آنکھوںے والی رہی نکالی۔ اور اس کو چھوٹی کی طرف پھینکا۔ آنکھا چھوٹی سے گزرا اور واپس آگیا۔ انہوں نے پھر اس کیا۔ اور پھر وہی ہوا۔ وہ بار بار کوشش کرتے رہے۔ لیکن آنکھا اور کہیں نہ پھنسا۔

”فوس! اور کوئی لکھ جگ نہیں۔ جس میں آنکھا ابک
لکے۔“

”مطلوب یہ کہ ہم اس کی چھوٹی تک نہیں جا سکتے۔“

”جانا اگر ضروری ہوا تو پھر ہیل کا پھر مٹکوالیں گے۔ آخر کو ہم اپنے ملک میں ہیں۔“

اور پھر عثمان احمد وہاں کافی گیا۔ وہ ایک گندی رنگ کا خوب صورت اور شرمیلا ساتھ بوان تھا۔ اس نے آتے ہی السلام علیکم کا اور اپنے کام میں جٹ گیا۔ کافی دری تک آلات کو چنان سے ٹاکا کر دیکھتا رہا۔ آخر تھک بار کر اس نے کہا۔

”آلات کوئی اشارہ نہیں دے رہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے اندر کچھ نہیں ہے۔ لیکن یہ بات قلط بھی ہو سکتی ہے۔“

”کیا مطلب۔ قلط کس طرح ہو سکتی ہے۔“

”سنسنی آلات کو بے اثر کرنے کے انتظامات اگر کیے گئے ہوں۔“

چنان کو چیک کر لیں گے۔“

”ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔“

اب انہوں نے پھر پروفیسر داؤڈ سے بات کی۔ صورت حال میں کرو ڈیو۔

”میں عثمان احمد کو بیچ رہا ہوں۔ وہ بہت ذہین ہے اور آلات سے کام لیتا خوب جاتا ہے۔ ضرورت کے مطابق تمام آلات وے کر میں اسے بیچ رہا ہوں۔“

”بہت خوب!“ وہ ڈیو۔

اب وہ عثمان احمد کا انتظار کرنے لگے۔ بار بار اس چنان کو دیکھنے لگے۔ ایسے میں منور علی خان ڈیو۔

”اس چنان کو عمارت کی طرز پر کاناٹ ضرور کیا ہے۔“

”یہ۔۔۔ یہ تم کیسے کہ سکتے ہو منور علی خان۔“ اسپلکٹر کامران مزا کے لجے میں حیرت تھی۔

”ایسے۔ کہ میں نے آج تک ایسی چنان نہیں دیکھی۔ اے ہاں۔ کیوں نہ اس کی چھوٹی پر جا کر دیکھا جائے۔“ منور علی خان ڈیو۔

”چھوٹی پر جا کر کیا کریں گے؟“

”ایسا کرنے میں حرج بھی کیا ہے۔ یوں بھی تو ہمیں انتظار کرہے۔“

"اس بات کا پہاچل سکتا ہے؟" اپنے جشید چوکے

"کس بات کا؟" عثمان احمد بولا۔

"اس بات کا کہ اس چنان پر ایسا انظام کیا گیا ہے کہ ہمارے سامنے آلات کام نہ کریں۔"

"ہاں! شاید پروفیسر صاحب سے بات کرنا ہو گی۔"

اب اس نے ٹانسیڑ پر ان سے رابطہ کیا۔ اور صورت حال بتائی۔ انہوں نے اسے ہدایات دیں اور سیٹ بند کر دیا۔

اب ان ہدایات پر عمل کرنے کے لیے اس نے کچھ اور آلات بیک سے نکالے۔ جو نبی اس نے ان آلات کو آن کیا۔ وہ نور سے اچھا۔ آنکھیں مارے جرت کے کھلی گئیں۔ آلات کی سویں بہت نیزی سے حرکت میں آئیں اور پھر ساکت ہو گئیں۔

"اف مالک۔ بپ۔ بہت زبردست انظام کیا گیا ہے۔ اب میں یقین سے کہ سکتا ہوں کہ اندر کچھ لوگ موجود ہیں۔"

"من نہیں۔" وہ اچھل پڑے۔ اور پھر بیلی کا پھر کے لیے فون کیا کیا۔ اس کے آئے پر وہ اس میں سوار ہوئے اور چھٹی پر اترنے دہاں اپنیں ایک پاریک سوراخ نظر آیا۔ اس سوراخ میں جھانکا گیا۔ لیکن کچھ نظر نہ آیا۔ مختلف حرم کی دور بینیں لگا کر بھی دیکھا گیا۔ لیکن کچھ نظر نہ آئی۔ اپنے جشید نے من سے الوی آواز نکالی۔ بھی بے اثر گئی۔ آخر الکٹریٹ سے کا انظام کیا گیا۔ اس کے ذریعے تھوڑی دیر بعد وہاں ایک میلنے سا نظر آئے لگا۔ کی بیلی کا پھر، اہرن، پروفیسر داؤڈ اور دوسرے لوگ وہاں پہنچ چکے تھے اور اپنے اپنے لوازے لگانے میں مصروف تھے۔ ایسے میں اچانک خان رحمان بری

اس سوراخ کو بیدا کیا گیا۔ سوراخ بیدا اور کمرا ہوتے لگا۔ اور پھر اچانک ایک زبردست دھماکا ہوا۔ سوراخ کرنے والا بہت اوتھا اچھا اور کھلائی میں جا گرا۔ اس کی آخری تجھ بہت دل دوز تھی۔
وہ لرز کر رہا گئے۔

"اف مالک! یہ کیا ہوا۔" وہ کانپ گئے
عثمان احمد کا بھی رنگ اڑ گیا۔

"یہ۔ یہ چنان نہیں۔ عمارت ہے۔ اور اس کے اندر نہ
جلائے کیا جگات بھرے پڑے ہیں۔ اسی لئے آلات کوئی خبر نہیں دے
رہے تھے۔"

"ہوں! مجھے اس غریب کی موت کا افسوس رہے گا۔"

"اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ ایسا ہو گا تو ہم ہرگز اس سے سوراخ
نکوایتے۔"

"پھر۔ اب کیا کریں۔"

"اب یہاں فوراً بلانا ہو گی۔ پروفیسر داؤڈ کو بھی یہاں بیلی
کا پھر کے ذریعے بلوایتے ہیں۔"

"یہ تمیک رہے گا۔"

تحوڑی دیر بعد وہاں ایک میلنے سا نظر آئے لگا۔ کی بیلی کا پھر،
اہرن، پروفیسر داؤڈ اور دوسرے لوگ وہاں پہنچ چکے تھے اور اپنے اپنے
لوازے لگانے میں مصروف تھے۔ ایسے میں اچانک خان رحمان بری

وصول کر لیں

انہیں اس درجے حرمت میں جلا دیکھ کر وہ بھی حیران ہوئے بغیر
نہ رہ سکے۔

”خیر تو ہے پروفیسر صاحب... آپ کس بات پر حیران ہیں“۔
اپکر جشید مکارے۔

”خان رحمان کی بات پر“۔

”اس میں اس قدر حرمت کی کیا بات ہے۔“ وہ سکتا ہے۔
انہیں وہم ہوا ہے۔

”یہی تو مشکل ہے کہ انہیں وہم نہیں ہوا۔“ پروفیسر داؤد

”اس جگہ۔ خان رحمان کو ایک دروازہ ایک لمحے کے لئے فتح اپنے
مکیا مطلب۔ آپ یہ بات کیسے کہ سکتے ہیں کہ انہیں وہم
نہیں ہوا؟“

”میں یہ بات اس لئے کہ سکتا ہوں کہ بالکل یہی احساس مجھے ہو
پکا ہے۔“

”مکیا کہا؟“ وہ دھک سے رہ گئے۔

ملحق اچھے۔

”یار جشید میں نہیں تھے۔ اس چٹان میں ایک دروازہ دیکھا
ہے۔“

”کیا!!!!“ وہ بولے۔

”ابھی ایک لمحے کے لئے نظر آیا۔ اور پھر نظروں سے او جمل
ہو گیا۔“

”یہ کیسے ہو سکتا ہے۔“

”یر تو مجھے معلوم نہیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ لیکن ایسا ہے
ضرور۔“

”ابھی بات ہے۔ اس جگہ کو بھی چیک کر لیتے ہیں۔“

”لیکن بہت احتیاط سے۔ کہیں کوئی اور حادثہ نہ ہو جائے۔“

”ٹھیک ہے۔ پروفیسر صاحب کو اس طرف بلازو۔“ وہ بولے
خان رحمان گئے اور انہیں بلا لائے۔

”اس جگہ۔ خان رحمان کو ایک دروازہ ایک لمحے کے لئے فتح اپنے
آیا ہے۔“

”کیا!!!!“

پروفیسر داؤد بری ملحق اچھے۔ ان کی آنکھیں مارے حرمت کے
چھلتی چلی گئیں۔

لی آیا۔ وہ واپس لوٹنے کو تھے کہ پروفیسر داؤڈ نور سے اچھے۔
”حیرت ہے۔ یہ چنان تو ہمیں بار بار اچھتے پر مجبور کر رہی

ہے۔“
”کیا مطلب۔ اب کیا ہوا؟“
”مجھے اس چنان پر اترتا ہو گا۔ ایک عجیب سا احساس ہو رہا
ہے۔ جیسے اس کے اندر کچھ ہے۔“
”لیکن کھڑے ہونے کے لیے یہاں جگہ ناقابل ہے۔ آپ مجھے
رکھئے ہیں۔“

”میں رہی پکڑ کر کھڑا ہو جاؤں گا۔“

ان کے لیے رہی لٹکائی گئی۔ چنان پر وہ رہی پکڑ کر کھڑے ہو
کر اور اس کا باخور جائزہ لینے لگے۔ اچانک ان کے منہ سے مٹکا

”ہمیں بھلی کے برمول سے اس چنان میں سوراخ کرنا ہوں
گے۔“

”جو آپ فرمائیں۔ ہم کرنے کو تیار ہیں۔“

اسی وقت الیکٹریک برمول کا انتظام کیا گیا۔ یہ برسے بہت بڑے
تھے۔ جوئی برمول نے اپنا کام شروع کیا۔ کان چھاڑ دینے والے
حلکے ہوئے اور سب لوگ اچھل کر دور جا گئے۔ کی تو
خایروں میں گر کر یہیش کی نیدر سو گئے۔ ہر طرف خون نظر آیا۔ وہ
زراٹھے۔ سچا بھی نہیں تھا کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ پروفیسر داؤڈ تو

”ہاں! لیکن میں نے خان رحمان کی طرح کسی سے ذکر نہیں کیا
تھا۔ کیونکہ میں نے خیال کیا تھا کہ یہ میرا وہم ہے۔ اب جب کہ یہ
بات خان رحمان نے بھی محسوس کی ہے تو ایک ہی قسم کا وہم لا
آدمیوں کو کیسے ہو سکتا ہے۔ ضرور اس میں کوئی راز ہے۔ جیشید۔
اس چنان کوئے سرب سے چیک کرنا ہو گا۔“

”ئے سرب سے کیسے؟“

”آخر مجھے اور خان رحمان کو دروازہ کیوں نظر آیا۔“ پروفیسر داؤڈ
ابھمن کے عالم میں بولے۔

”اور ہمیں کیوں نظر نہیں آیا۔“ اسپڑ کامران مزا سکرائٹ
”یہی میں کہ رہا ہوں۔ بھلی کے بڑے بڑے برسے مٹکا
جیشید۔“

”کیا مطلب۔ کیا آپ اس میں سوراخ کروائیں گے؟“
”ہاں! ہم دیکھیں گے۔ یہ چنان اندر سے کھوکھلی تو نہیں
ہے۔“

”اور ابھی ہم نے ہیلی کاپڑ کے ذریعے چھٹی کا جائزہ کب لا
سکتے ہیں۔“

”اوہ ہاں! پسلے یہ کام کرنا چاہیے۔“
وہ اس وقت ہیلی کاپڑ میں بیٹھے اور چھٹی پر پہنچ۔ یہاں واقعی
آنکھوں پہننے کی جگہ نہیں تھی۔ اس جگہ انہیں کوئی سوراخ بھی نہیں

روئے گے اور روتے روتے بولے

”جیشید ایس سب میری وجہ سے ہوا۔ نہ جانے کتنی انفلان جائے۔ ساری نتے واری اپکڑ جیشید، اپکڑ کامران مرزا اور پروفیسر
ضائع ہو گئی۔ اور کتنے زخی ہوئے ہیں۔“

”اس میں آپ کا قصور نہیں۔ یہ قصور ہے رانور کا اور ران

کو اس جرم کی سزا ہم ضرور دیں گے۔“ اپکڑ جیشید کا الجھہ انتہائی

ہو گیا۔

”لیکن اس چنان کا راز کیا ہے۔ یہ تواب تک معلوم نہیں ہے۔“

”لیکن راجمن الجھن کے عالم میں بولے

”بھلے تو ہمیں ادوی کارروائیوں میں ہاتھ مٹانا چاہیے۔

ٹھیک ہے۔ یہاں بہت سے لوگ ہیں اور زخمیوں کی ادو کا کام ٹھا

ہو چکا ہے۔ لیکن یہ اچھا نہیں لگتا کہ ہم ایک طرف کھڑے رہیں۔“

اپکڑ کامران مرزا نے جلدی جلدی کہا۔

”ہے سب اس کام پر جٹ گھے۔ تم کے قریب آدمی لا

زندگوں سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے اور سو سے زیادہ زخی تھے۔ ان میں

سے چند شدید زخی بھی تھے۔ بہت درستگاہ حداد تھا۔ اور از

حادوئے کا دکھوہ اپنے دلوں میں شدت سے محوس کر رہے تھے۔

”بہت برا ہوا۔ انسوں۔“ پروفیسر داؤ بولے

”ہم رانور کو نہیں چھوڑیں گے۔“ منور علی خان بولے

”ان شاء اللہ۔“

دوسرے دن کے اخبارات حاوی کی خبروں سے بھرے چڑے

ساری نتے واری اپکڑ جیشید، اپکڑ کامران مرزا اور پروفیسر
ضائع ہو گئی۔ اور کتنے زخی ہوئے ہیں۔“

”اوپر ڈالی گئی تھی۔ اسی روز صدر صاحب نے اسیں طلب فرمایا۔
”یہ سب کیا ہے بھی؟“ ان کا الجھہ خاصاً انخوٹکوار تھا۔

انہوں نے تفصیل سنادی۔“

”مطلوب یہ کہ سب کارروائی اس سونے کے جماز کے سلسلے میں
انہوں نے تفصیل سنادی۔“

”جی ہاں!“

”تب پھر اپکڑ جیشید میں حکم دتا ہوں۔ آپ ان کا سونے

کا جماز واپس دے دیں۔“

”یہ۔ یہ آپ نے کیا حکم دتا ہے سر۔“

”جس سونے کے جماز کی وجہ سے یہ حاوی ہوا۔ جس سونے

کے جماز کی وجہ سے آپ لوگوں کے یوہی بچے ان کی قید میں ہیں۔“

”جس سونے کے جماز کی وجہ سے انتشارج کے صدر کے یوہی بچے ہمارے
تھے میں ہیں۔“

”اس سونے کے جماز کو واپس کر دینے میں ہی بھتری
ہے۔“

”میں اور نقصان برداشت نہیں کر سکتا۔“

”آپ ایک بار پھر غور فرمائیں۔“ میرے خیال میں یہ درست
فیصلہ نہیں ہے سر۔“ اپکڑ جیشید بولے۔

”کر لیا غور۔ جو میں کہ رہا ہوں۔ وہ کیا جائے۔“

ہاری ہمیں دے دیں۔"

"سر! میں بھی اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔ میں اپکٹر جشید "یہ کوئی چال بھی ہو سکتی ہے۔"
ہم چال ہوں۔ ہمیں جہاز نہیں دینا چاہیے۔" اپکٹر کامران مز
"تب پھر پسلے جہاز اور صدر کے پیچے حاصل کر لیں۔ اس کے
بوقت ہمارے افراد ہمارے حوالے کر دیجئے گا۔"

"نہیں۔ میں مزید تقصیان ہرواشت نہیں کر سکتا۔" صدر
"بیچرا اور ابھال بھی لوٹانا ہوں گے۔" رانور بولا۔
صاحب بولے۔

"ضرور کیوں نہیں۔ ہم انہیں رکھ کر کیا کریں گے۔"
"نیک ہے۔ میں آ رہا ہوں۔ پسلے سونے کا جہاز آپ مجھے
بوئے۔ دوسرے کے اخبارات میں اپکٹر جشید کی طرف سے یہ اعلان
"جو آپ کا حکم۔" اپکٹر جشید نے اوس انداز میں کہا۔
صدر صاحب ای طرح ساکت بیٹھے رہے۔ آخر وہ انہوں کفر اکائیں گے۔"
شائع کیا گیا تھا۔

مسٹر رانور!

آپ کو اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ آکر اپنا جہاز وصول
کر لیں۔ اپنے بندے بھی لے لیں اور ہمارے قیدی چھوڑ
دیں۔ ٹرانسیور پر بھی آپ کو اطلاع دے رہے ہیں۔ تاہم
انشاجہ کی حکومت یہ نہ کہ سکے کہ رانور کو یا انہیں اس
اعلان کی خبر نہیں ہو سکتی۔

اس اشتہار کی اشاعت کے ساتھ ہی ٹرانسیور پر رانور سے رابط
قائم کیا گیا۔ وہ اپکٹر جشید کی آواز سن کر بہت زور سے ہنسا۔
"آخر ہمارے ہے۔"

"ہاں! ہم ہمارے ہے۔ آئیں اور اپنی تمام جنگیں لے لیں اور

ہاری

ہاری ہمیں دے دیں۔" اپکٹر جشید "یہ کوئی چال بھی ہو سکتی ہے۔"
ہم چال ہوں۔ ہمیں جہاز نہیں دینا چاہیے۔" اپکٹر کامران مز
"تب پھر پسلے جہاز اور صدر کے پیچے حاصل کر لیں۔ اس کے
بوقت ہمارے افراد ہمارے حوالے کر دیجئے گا۔"

"نہیں۔ میں مزید تقصیان ہرواشت نہیں کر سکتا۔" صدر
"بیچرا اور ابھال بھی لوٹانا ہوں گے۔" رانور بولا۔
صاحب بولے۔

"جو آپ کا حکم۔" اپکٹر جشید نے اوس انداز میں کہا۔
صدر صاحب ای طرح ساکت بیٹھے رہے۔ آخر وہ انہوں کفر اکائیں گے۔"
بوئے۔ دوسرے کے اخبارات میں اپکٹر جشید کی طرف سے یہ اعلان
شائع کیا گیا تھا۔

مسٹر رانور!

آپ کو اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ آکر اپنا جہاز وصول
کر لیں۔ اپنے بندے بھی لے لیں اور ہمارے قیدی چھوڑ
دیں۔ ٹرانسیور پر بھی آپ کو اطلاع دے رہے ہیں۔ تاہم
انشاجہ کی حکومت یہ نہ کہ سکے کہ رانور کو یا انہیں اس
اعلان کی خبر نہیں ہو سکتی۔

اس اشتہار کی اشاعت کے ساتھ ہی ٹرانسیور پر رانور سے رابط
قائم کیا گیا۔ وہ اپکٹر جشید کی آواز سن کر بہت زور سے ہنسا۔
"آخر ہمارے ہے۔"

"ہاں! ہم ہمارے ہے۔ آئیں اور اپنی تمام جنگیں لے لیں اور

”اوہ خوب مجھے اس سے کیا مجھے تو غرض ہے... سونے جماز سے پہلے تو وہ دکھائیں۔ کمال ہے۔“

”چلنے ہمارے ساتھ۔ آپ کو ساحل تک چلاتا پڑے گا۔“

”ساحل پر... سونے کا جماز ناٹکن۔ ہم دور دور تک ساحل پر کہ ہمارا کسی تم کا دھونا کرنے کا کوئی پروگرام نہیں ہے۔“

”آپ چلنے بھی تو۔“ اسکرچ جشید پولے اور پھر وہ اسے ساحل پر لے آئے۔ ایک عمارت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسکرچ جشید پولے

”یہاں آپ کا سونے کا جماز۔“

”یہ آپ کیا کہ رہے ہیں۔ یہ تو سندھ کے کنارے کھڑی ایک آپ کے پیچے اس میں قید ہیں۔“

”اوہ اوہ۔“ وہ پولے

”یہ عمارت نہیں۔ آپ کا جماز ہے۔ میں نے اسے عمارت پھر اس نے ایک آلے گی مدد سے اس چٹان میں ایک دروازہ کی شکل دلا دی تھی۔ تاکہ آپ لوگ ٹالاٹ کرنے میں بری طرح ناکام رہا۔ اور پیچے باہر آگئے۔ ان سب کے چہرے اترے ہوئے تھے۔ ہو جائیں۔ اور آپ دیکھ لیں۔ ناکام ہو گے۔“

”بہت خوب۔ حیرت ہے۔ کمال ہے۔ اسکرچ جشید۔ آپ ہنے کا جماز لوٹا دیا ہے۔ اور ہار مان لی ہے۔“

کی زیارت کی بھی داد دنا پڑتی ہے۔“

”چلنے والے دیں داس۔ کوئی حرج نہیں۔ میں وصول کیے لیا اسکرچ جشید پولے ہوں۔ ہاں اب اپنے افراد بھی وصول کر لیں۔ اس سونے کو آپ ”افسوس! بہت دکھ ہوا۔“

”دکھ ہمیں بھی ہے۔ لیکن ہم کیا کر سکتے ہیں۔“

اسی وقت رانور کے آؤی ان کے یہودی بچوں کو ویس لے آئے
”اُنہیں کمال رکھا گیا تھا۔“ خان رحمان نے پوچھا۔

”ابھی تو کام شروع ہو گا۔ اٹارچہ کا مقصد بھی دراصل جماز
اُنہیں لیتا نہیں تھا۔“

”اس سوال کا جواب نہیں دے سکا۔ بہر حال وہ جگہ ان
چنان سے زیادہ خطرناک تھی۔ آپ لوگوں کے چیخڑے اڑ جائے۔“ اُنہیں کوئی خاص دم ختم
نہیں ہے۔ اور انہم اڑ سکتے ہیں۔“

”اُوو.... نہیں۔“ وہ سب وحک سے رہ گئے۔

”اور اس کا نتیجہ بہت جلد تکل آئے گا۔ تم دیکھو ہی لو گے۔“

”میں اس وقت فون کی سختی بھیجی۔ ایکسپریس جشید نے ریسیور انھیا
کو سری طرف صدر صاحب تھے۔“

”ایکسپریس جشید۔ تم سب فوراً آؤ۔“

”خیر تو ہے سر؟“

”میں نے کہا۔ فوراً آؤ۔“ شاید یہ کہ کر انہوں نے ریسیور

وہ کچھ نہ بولتے بھی کیا۔ سب کے سب اوار
تھے۔ چند دن بعد اٹارچہ کا ایک بھری جماز سونے کو لاد کر لے گیا۔
وہ دیکھتے رہ گئے۔ ان کے دل بچھے سے گئے تھے۔ سب ایکسری جشید
کے گھر میں جمع ہوئے۔ سب چپ چپ تھے۔

”میرا خیال ہے۔“ میں اس حد تک بھی چپ چپ نہیں رہ
چاہیے۔ کہیں کہیں کوئی بیماری نہ لگ جائے۔“ محمود نے پریشان توہین
میں کہا۔

”یہ ہماری زندگی کی بدترین لمحت ہے۔ یہ بھی تو سچو۔“ رکھ دیا تھا۔
ایکسپریس جشید نے منہ بیٹایا۔

”تھی ہاں! اس میں کیا تلک ہے۔ لیکن ہم اس میں کیا کر سکتے
ہیں۔ صدر صاحب نے ہمارے ہاتھ پر باندھ دیے۔“ آسف بولا۔

”اور میں یہ سوچ رہا ہوں۔ اب کیا ہو گا۔“ ایکسپریس کا مران مہرا
نے غفراندانہ انداز میں کہا۔

”کیوں اپاچان۔ ہونے کا اب کیا رہ گیا ہے۔“

وہ دوڑ پڑے۔ آندھی اور طوفان کی رفتار سے ایوان صدر

نہیں۔ اُنہیں فوراً صدر صاحب کے پاس پہنچا دیا گیا۔ انہوں نے دیکھا

”میں کیا تلک ہے۔ لیکن ہم اس میں کیا کر سکتے ہیں۔“ صدر صاحب کا چھوٹا سوت کی طرح بے جان تھا۔ آنکھوں میں چمک

”اور میں یہ سوچ رہا ہوں۔ اب کیا ہو گا۔“ ایکسپریس کا مران مہرا

نے غفراندانہ انداز میں کہا۔

”خیر تو ہے سر۔ ہم نے آپ کو اس حد تک پریشان آج سے

پہنچ دیکھا۔“

"تم نجیک تھے۔ میں للاٹ تھا۔ میرا فیصلہ للاٹ تھا۔ اور آپ لوگوں کے پنج گانب ہو سکتے
مالک"۔

"یہ آپ کیا فرمائے ہیں سر"۔ وہ حیران رہ گئے۔
"ہوا کیا ہے سر؟" پروفیسر داؤڈ بولے۔

"انشارجہ کی حکومت نے ہمیں اللہ میثم دوا ہے کہ ہم اپنے شے۔ سو کے قریب زخمی ہوئے تھے۔ بعد میں ان زخمیوں میں سے
پڑوی ملک شلوچستان کی سرحد پر لاٹی بند کر دیں۔ یہ لاٹی ہم نے کیا دس مر گئے تھے۔ اب بھی بچپاں کے قریب زخمی ہمپتاں میں
ایک اسلامی ریاست کی مدد کے لئے چھیڑ رکھی ہے۔ اس اسلامی دیڑھلانج ہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ ایسا ہی کوئی دوسرا عادوں کی عمارت
ریاست کو شلوچستان ہڑپ کر جانا چاہتا ہے۔ لیکن ہم یہ بات کیسے
گوارا کر سکتے ہیں۔ لذماں ان کی مدد کے لئے ہم نے اپنی سرحد پر
شلوچستان کو الجھایا ہوا ہے تاکہ اس کی پوری توجہ ریاست کی طرف
نہ جائے۔ اس کا بہت بیدا فائدہ اسلامی ریاست کو بخیج رہا ہے۔ لیکن
اب انشارجہ نے ہم سے مطالبہ کیا ہے۔ کہ ہم اپنی فوجیں سرحد پر
سے ہٹالیں"۔

"گویا انشارجہ بھی یہ چاہتا ہے کہ شلوچستان کا قبضہ اس اسلامی
ریاست پر ہو جائے"۔ اسکے جشید نے کہا۔

"ہاں! اس لئے کہ یہ سب طائفیں اسلام دشمن ہیں"۔

"لیکن آپ نے ہمیں کیوں بلایا ہے"۔

"انشارجہ کی حکومت نے اشاروں کتابوں میں یہ دھمکی دی ہے
کہ اگر میں نے ایسا نہ کیا تو ہمارے ملک میں پنج بھی ہو سکتا ہے۔"

”ای لے آپ لوگوں کو بلایا ہے۔ کاش اس وقت میں نے
اپ کی بات مان لی ہوتی۔۔۔ افسوس۔۔۔“

”چھوڑیں اس بات کو۔۔۔ دیکھنا یہ ہے کہ آخر وہ ہوٹل کاروان
اکیے اڑائیں گے۔۔۔ جب کہ ہمارے پاس ابھی کافی وقت ہے۔۔۔“

”ای لے آپ لوگوں کو بلایا ہے نا۔۔۔“

”آپ غفرنہ کریں۔۔۔ لیکن احتیاطاً وہاں تھرے ہوئے مہماںوں
کا روان ہوٹل۔۔۔ اس ہوٹل میں خاص بات یہ ہے کہ اس میں داخل کرنا ہو گا۔۔۔“

صرف سرکاری مہماں تھرائے جاتے ہیں۔۔۔ مطلب یہ ہے کہ دوسرے
ملکوں سے آئے والے حکومتی لوگوں کو سرکاری تحریق پر اس ہوٹل میں وجاہیں گے۔۔۔“

”لیکن کل تک ہم بہم تلاش نہ کر سکے۔۔۔ تب بھی تو اسیں وہاں
دھمکی دی ہے۔۔۔ اور اس کا کہتا ہے کہ یہ پہلا وار صرف علامتی وار ہے
ہمہاں ہو گا کیا اس وقت مہماں خوف نہ نہیں ہوں گے۔۔۔“

”کام۔۔۔ صرف یہ جانے کے لئے ہو گا کہ اگر ہم لوگوں نے ان کے
ضرور ہوں گے۔۔۔ میرا مطلب ہے۔۔۔ اس سے پہلے آپ لوگ
مطالبات نہ مانتے تو وہ کس حد تک جاسکتے ہیں۔۔۔ کیا پچھہ کر سکتے ہیں۔۔۔
اٹش تو کر لیں۔۔۔ شاید آپ لوگ بہم تلاش کر کے اس کو بیکار کر
آج ایک ہوٹل کو اڑایا۔۔۔ کل کسی سرکاری عمارت کو اڑائیں گے۔۔۔ اس صورت میں مہماںوں کو پریشان کرنے کی کیا ضرورت رہ جاتی
آخر ان کا ہاتھ کون روکے گا۔۔۔ مطلب یہ کہ جب تک وہ اپنا مطالبہ نہ ہے۔۔۔“

”ٹھیک ہے۔۔۔ ہم ایسا کریں گے۔۔۔ آپ غفرنہ کریں۔۔۔“
”اور میں آپ لوگوں کی طرف سے خوش خبری سننے کا انتظار
کروں گا۔۔۔“

”آپ ہماری کامیابی کے لیے دعا کریں۔۔۔“ ایکٹر کامران مرزا

کیا مطلب

چند لمحے تک موت کا ستانا طاری رہا، پھر ایکٹر جیشید نے پوچھا۔

”اوہ اس عمارت کا نام کیا ہے؟“

”کاروان ہوٹل۔۔۔ اس ہوٹل میں خاص بات یہ ہے کہ اس میں

صرف سرکاری مہماں تھرائے جاتے ہیں۔۔۔ مطلب یہ ہے کہ دوسرے

ملکوں سے آئے والے حکومتی لوگوں کو سرکاری تحریق پر اس ہوٹل میں وجاہیں گے۔۔۔“

”کل شام اس ہوٹل کو راٹور نے ہم سے اڑادینے کی

تھرمرا جاتا ہے۔۔۔ کل شام اس ہوٹل کو راٹور نے ہم سے اڑادینے کی

دھمکی دی ہے۔۔۔ اور اس کا کہتا ہے کہ یہ پہلا وار صرف علامتی وار ہے۔۔۔“

”کام۔۔۔ صرف یہ جانے کے لئے ہو گا کہ اگر ہم لوگوں نے ان کے

مطالبات نہ مانتے تو وہ کس حد تک جاسکتے ہیں۔۔۔ کیا پچھہ کر سکتے ہیں۔۔۔“

”اٹش تو کر لیں۔۔۔ شاید آپ لوگ بہم تلاش کر کے اس کو بیکار کر
آج ایک ہوٹل کو اڑایا۔۔۔ کل کسی سرکاری عمارت کو اڑائیں گے۔۔۔“

”کام۔۔۔ صرف یہ جانے کے لئے ہو گا کہ اگر ہم لوگوں نے ان کے

مطالبات نہ مانتے تو وہ کس حد تک جاسکتے ہیں۔۔۔ کیا پچھہ کر سکتے ہیں۔۔۔“

”کام۔۔۔ صرف یہ جانے کے لئے ہو گا کہ اگر ہم لوگوں نے ان کے

مطالبات نہ مانتے تو وہ کس حد تک جاسکتے ہیں۔۔۔ کیا پچھہ کر سکتے ہیں۔۔۔“

”تب پھر اب آپ کیا کتے ہیں؟“

پول

”ہماش! میں نے آپ لوگوں کی بات مان لی ہوتی..... تو شاید یہ سے ملی تھی۔ اس ہوٹل کو اس لئے چنانگیا تھا کہ تمام ملکوں کو معلوم دن نہ رکھنا پڑتا۔“

”مہلکہ یقیناً نہ رکھنا پڑتا۔“ تاہم اب پچھتا نے کا کوئی فائدہ پورا نہ ہونے کی صورت میں وہ کیا کارروائی کرے گا۔ اب ظاہر نہیں۔ ہم ابھی اور اسی وقت ہوٹل کاروان جا رہے ہیں۔ ہمیں یہ ہے۔ اگر اس طرح طرح دوسرے ملکوں کے اہم لوگ مارے جاتے تو وہاں قیام کرنا پڑے گا۔“

”مہلکہ ہے۔ میں ہوٹل کے میمبر کو فون کروتا ہوں۔“ تھی کہ داؤٹور کے اس دارکو روکتا ان کے لئے حد درجتے ضروری ہو گیا تھا۔ راؤٹور وہ دشمن تھا۔ جس پر وہ ابھی تک مکمل طور پر قبضہ نہیں پا سکتے۔

”وہ تو ظاہر ہے۔ آخر ہوٹل جادہ کرانا وہ کیوں پسند کریں گے؟“ سکتے تھے۔ ہاں تک شرط ضرور کھاتے رہے تھے۔

ہوٹل کے میمبر نے ان کا استقبال پر ہوش انداز میں کیا۔ لیکن قادر قلم میں نہ بیٹایا۔

”نہ چاہیے ہوئے بھی وہ قادر کی بات پر سکرا دیے۔ پھر یہ اس کا رنگ اڑا ہوا تھا۔“

”اب۔ اب کیا ہو گا سڑ؟“

”الش ماںک ہے۔ وہی ہو گا۔ جو اسے منظور ہو گا۔“

”میں ہمیں ہوٹل خالی کرنا پڑے گا۔“

”ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔“ فی الحال نہ تو خالی کرائیں گے اور سازے تین سو کرے تھے۔ ہر کرے میں دنیا بھر کی ضروری چیز رکھی گئی تھیں۔ یہ کسی کروڑ روپے صرف کر کے بیٹایا گیا تھا۔ اور یہ کاب سے منگا ہوٹل تھا۔ لیکن اس وقت تک۔ جب تک۔

”سکرکاری ہوٹل نہیں بیٹا تھا۔ اب تو اس کی حیثیت سرکاری ہو کے۔“

”جی، بہتر! لیکن۔ خالی کروانے کی صورت میں جانتے ہیں کیا ہو تھی۔ اور حکومت کی طرف سے ہوٹل کے مالک کو مل ادا کر دیا جائے۔“

”جیسے آپ کی رضا۔۔۔ میں نے تو مشورے کے طور پر یہ بات
کی تھی۔۔۔“

”میں مشریعہ طیاری صاحب۔۔۔ آپ اس ہوٹل کے مینجر
ہو چکی ہے۔۔۔ مجھے انشورنس کمپنی سے ہوٹل کی قیمت مل جائے گی،
تھے مالک نہیں۔۔۔ اگر بات کرنے والے مالک ہوتے تو ہم اور بھی
میں دوسرا ہوٹل بنانا لوں گا۔۔۔ لیکن مہمان ہمارا جو مذاق اڑائیں گے۔۔۔
دوسرے ملکوں میں جو ہماری فہری اڑئے گئی۔۔۔ اس سے ہم دنیا میں کہا
کرتے رہیں گے۔۔۔“

”چج۔۔۔ جیسے آپ کی رضا۔۔۔“

”ویسے ہم ہوٹل کے مالک سے بھی ملتا پسند کریں گے۔۔۔“

”وہ اپر اپنے کمرے میں ہیں۔۔۔“

”آئیے۔۔۔ ہمیں ان کے کمرے تک لے چلیں۔۔۔“

”وہ اپنی آخری منزل کے آخری کمرے میں لے آیا۔۔۔ وہ تک
پہنچ پر دروازہ خود بخود کھل گیا۔۔۔“

”یہ کیا۔۔۔ سروار روپا نے یہ پوچھنے کی ضرورت کیوں حسوس
ہوا کہ دروازے پر کون ہے۔۔۔ فاروق نے پوچک کر کہا۔۔۔“

”میری دستک کو پہچانتے ہیں تا۔۔۔ اس نے کہا۔۔۔“

”اوہ اچھا۔۔۔ فاروق شرمدہ ہو گیا۔۔۔“

”دوسرے یہ کہ دروازے کہ واکس طرف ایک سختی سی سکریں
لاہے جب دستک وی جاتی ہے۔۔۔ یعنی دستک دینے کے لیے سکریں
لے جھلانے جوئے انداز میں کہا۔۔۔“

گا۔۔۔“

”ہاں! آپ کا ہوٹل ملے کا ذہر بن جائے گا۔۔۔“

”میں یہ بات نہیں کر رہا۔۔۔ وہ تو بنے گا۔۔۔ اس کی تو ان سورنس
ہو چکی ہے۔۔۔ مجھے ان سورنس کمپنی سے ہوٹل کی قیمت مل جائے گی،
تھے مالک نہیں۔۔۔ اگر بات کرنے والے مالک ہوتے تو ہم اور بھی
میں دوسرا ہوٹل بنانا لوں گا۔۔۔ لیکن مہمان ہمارا جو مذاق اڑائیں گے۔۔۔
دوسرے ملکوں میں جو ہماری فہری اڑئے گئی۔۔۔ اس سے ہم دنیا میں کہا
کرتے رہیں گے۔۔۔“

”ہم یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں۔۔۔ اور اس لئے سروز
کو شش کریں گے کہ ہوٹل تباہ نہ ہو۔۔۔ بلکہ کسی مہمان کو معلوم نہ
ہو کہ ہمارے دشمن نمبر ایک کا پروگرام کیا ہے۔۔۔“

”کیا ایسا ہو سکے گا؟؟؟“

”ہاں ان شاء اللہ۔۔۔ کیوں نہیں۔۔۔“

”میں ایسا نہیں سمجھتا۔۔۔ میں بری طرح مایوس ہوں اور چاہتا
ہوں۔۔۔ ہماری حکومت انشارچ کی یات مان لے۔۔۔“

”کیا کہ ربے ہیں آپ؟“ انپر جیشید کا الجہ جھتو گیا۔

”شاید آپ کو میری بات ناگوار گزری ہے۔۔۔ اس نے منہ بنایا۔۔۔“

”ہاں! یہ سخت ناگوار گزری ہے۔۔۔ یہ حکومت کے معاملات
ہیں۔۔۔ حکومت جانے۔۔۔ آپ کیوں اس پر بات کرتے ہیں۔۔۔ انسوں
لے جھلانے جوئے انداز میں کہا۔۔۔“

کے نیچے لگا یہ بُن دبایا جاتا ہے تو دروازے پر کھڑا شخص یا اشخاص انہم بُم تلاش نہ کر سکے.... تو ہوٹل کو خالی کرائیں گے۔“
سکرین پر نظر آتے ہیں۔“
”اوہ اچھا۔“

اب انہوں نے اس سکرین کو دیکھا۔ اور پھر اندر داخل ہتا۔ اب فرض کیا، آپ ایک بُم تلاش کر لیتے ہیں.... تو دوسرے کی گئے.... اندر ایک طرف ایک عالی شان صوف سیٹ بچھا تھا۔ دوسرا تلاش شروع ہو گی۔ دوسرا تلاش کر لیتے ہیں تو تیرے کو تلاش کرنا طرف ایک بست بھاری مسمری بھی تھی۔ جو کہ خاص چیز ہونے والا گا۔ اس کے بعد بھی وہ خطہ پر مستور موجود رہے گا کہ کہیں کوئی اور کوئی بیک نہیں تھا۔ ایک دبلا پتلا آدمی اس پر لینا نظر آیا۔ یہ آدمی نہ چھپایا گیا ہو۔ لذدا ہوٹل تو بہرحال خالی کرانا ہو گا۔“
کامالک سردار زوبا تھا۔ اس کا چڑھو موت کی طرح زرو تھا۔ ”اوہ!“ وہ سب دھک سے رہ گئے۔ یہ صورت حال ان کے ”آپ لوگوں کی آمد کا شکر گزار ہوں۔۔۔ لیکن کیا فائدہ۔۔۔ پہلی بات نئی تھی۔۔۔ اور اسی وقت سامنے آئی تھی۔
ہوٹل کو بچا نہیں سکیں گے۔“

”آخر یہ ہات آپ لوگ اس قدر یقین سے کیوں کہ بہال میں خالی کرنا ہو گا۔۔۔ اسکے جیشیدے نے کہا۔
”ہاں پاکل۔۔۔ ایک گھنٹے پہلے ہم لوگ ہوٹل سے نکل جائیں ہیں؟“
”اس لیے کہ مسٹر انور نے براہ راست ہم سے بھی بات لے گئے۔۔۔ قیمت سلامان اس سے پہلے نکال لیں گے۔۔۔ اس طرح کم از کم سلامان تو فتح جائے گا۔۔۔ انسانی جانیں تو فتح جائیں گی۔“

”اوہ اچھا۔۔۔ اور اس نے آپ سے کیا بات کی ہے؟“
”یہ کہ ہوٹل کو فوراً خالی کرنا ہو گا۔۔۔ نہ کیا تو تمام انسانی بہانے پاکل کر رکھا ہے۔۔۔“
”تب پھر آپ کا تو کوئی تقصیں نہیں ہو گا۔۔۔ آپ یہ کی رقم کے ضائع ہونے کی ذمے داری مجھ پر ہو گی۔۔۔ اب بتائیے۔۔۔“
”سے پھر ہوٹل بنالیں گے۔۔۔ اصل مسئلہ تو ہمارا ہے۔۔۔ ہمیں اپنے ملک کروں۔“
”آپ کو خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔۔۔ اس لیے کہ اس جنمیخت سے نکالنا ہے۔“

”بے شک میں بے وقوف ہوں... لیکن... انہیں مسری سے تو
لای ہو گا۔“

”یہ کیا بات ہوئی؟“ اس نے تاخوٹوار انداز میں کہا۔
”ہم بھوں کی ٹلاش اس مسری سے شروع کریں گے۔ میرا
لایا ہے، رالور نے ایک عدد بم اس مسری میں بھی کہیں چھپایا ہے۔“
”میں نے کہا تا۔ کیا قائم ہے۔ اگر آپ ایک بم ٹلاش کر پائیں تو یہ کہتے ہیں آپ۔ میں۔ جب اپنے کمرے میں نہیں
ہیں تو دوسرے کی ٹلاش ہو گی۔ دوسرا ٹلاش کر لیجئے ہیں تو تمہرے۔ کمرے کا دروازہ بند رہتا ہے۔ باہر تلا لگاؤ دا جاتا ہے۔ لذا
کو ٹلاش کرنا ہو گا۔ اس طرح یہ مسئلہ جاری رہے گا۔ کیونکہ ہم کمرے میں بم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔“

”اس کے باوجود۔ آپ کو مسری سے اٹھتا ہو گا۔“ فاروق نے

”ٹھیک ہے۔۔۔ مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟“

”آپ اس مسری سے اٹھ جائیں۔“ فاروق نے مکار کر کہا۔

”کیا کہا۔۔۔ مسری سے کیوں اٹھ جاؤں۔“ اس کے بعد میں ”مجھے یہ مسری بہت پراسرار لگ رہی ہے۔“ فاروق نے ہنس کر
حیرت تھی۔

”اللہ اپنارحم فرمائے۔۔۔ اب مسیان بھی پراسرار لگنے لگیں۔“

”اب نے مذاق اڑائے والے انداز میں کہا۔

”یہ کیا بات ہوئی؟“ اسکرچ جیلڈ نے بھٹا کر کہا۔

”کوئی بات نہیں اسکرچ۔ اگر آپ کے پیچے کوئی مسری پند آئے۔ محسن بولا۔

”ہاں آئیں گی۔۔۔ تو پھر۔“ فاروق نے آنکھیں نکالیں۔

”کون سے جبنت ہے؟“

”رالور کے جبنت ہے۔“ مکار نے کندھے لپکاتے

”یہ آپ جائیں۔“ اس نے کندھے لپکاتے

”تو پھر آپ ہمیں یہاں اپنا کام کرنے دیں۔“

”میں نے کہا تا۔ کیا قائم ہے۔ اگر آپ ایک بم ٹلاش کر پائیں تو یہ کہتے ہیں آپ۔ میں۔ جب اپنے کمرے میں نہیں

ہیں تو دوسرے کی ٹلاش ہو گی۔ دوسرا ٹلاش کر لیجئے ہیں تو تمہرے۔ کمرے کا دروازہ بند رہتا ہے۔ باہر تلا لگاؤ دا جاتا ہے۔ لذا

کو ٹلاش کرنا ہو گا۔۔۔ اس طرح یہ مسئلہ جاری رہے گا۔ کیونکہ ہم اپنا کام کریں گے۔“

”یہ معلوم نہیں ہے کہ بم کتنے چھپائے گئے ہیں؟“

”اس کے باوجود ہم اپنا کام کریں گے۔“

”ٹھیک ہے۔۔۔ مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟“

”آپ اس مسری سے اٹھ جائیں۔“ فاروق نے مکار کر کہا۔

”کیا کہا۔۔۔ مسری سے کیوں اٹھ جاؤں۔“ اس کے بعد میں ”مجھے یہ مسری بہت پراسرار نظر آئیں

جیت تھی۔

باقی لوگ بھی فاروق کی طرف دیکھنے لگے

”یہ مسری دراصل مجھے بہت پند آئی ہے۔“ فاروق بولا۔

”یہ کیا بات ہوئی؟“ اسکرچ جیلڈ نے بھٹا کر کہا۔

”کوئی بات نہیں اسکرچ۔ اگر آپ کے پیچے کوئی مسری پند آئے۔ محسن بولا۔

”کی ہے تو یہ آج تک آپ کے گھر بھجوادنا ہوں۔“

”نہیں۔۔۔ اس کی ضرورت نہیں۔۔۔ یہ بے وقوف ہے۔“

”کاٹ کھانے کو کیوں دوڑتے ہو جائی۔ مسری پر میں تو نہیں۔ بھی کرے میں انہیں رہیں۔ اور نہ ہم سب کی نظر کروں لیٹا ہوا۔“ نکصن نے خوف زدہ ہو کر کہا۔

سب سکرا دیے۔ اور پھر سراور زیادا کو اٹھنا پڑا۔ جب ”لکھی کہنا چاہئے ہو؟“

چپل پہن رہا تھا۔ اس وقت انہوں نے دیکھا۔ اس کے پیڑھے ”یہ کہ اس مسری میں کوئی بم نہیں۔“ اُر فیسر۔ اُدہ سوری۔ پروفیسر انقل۔ آپ ذرا اپنے آئے چھوٹے چھوٹے تھے۔ یہ پیڑ دیکھ کر وہ الجھن میں جلتا ہو گئے۔

”جیرت ہے۔ آپ کے پیڑھت پچھوٹے ہیں۔“ فرزانہ سے ”میں سے دیکھیں۔“

”اوہ ہاں! میں تو بھول دی گیا۔ دراصل میں تم لوگوں کی بات نہ گیا۔ پوچھ دی پیٹھی۔“ کیا یہ بھی کوئی اعتراض کی بات ہے۔“ اس سے ”کوئی تھا۔“

”ہاں! ہیں۔ کیا یہ بھی کوئی اعتراض کی بات ہے۔“ اس سے ”کوئی تھا۔“

”خیر۔“ اب تو ہم نے آپ کو ٹلاش کر لیا۔ ہاں تو۔۔۔ آپ اپنا برا مان کر کہا۔

”اوہ نہیں۔“ فرزانہ پوکھلا اٹھی۔ دوسرے سکرنا لگے۔ ”لکھیں۔“

پھر انہوں نے مل کر مسری کو اٹھا کر ایک سائینڈ پر کھدا کر دیا۔ پروفیسر داؤڈ نے آئے کو مسری پر لگا کر اس کا بٹن آن کر دیا۔ اس کا نیچے سے بخوبی جائز لیا گیا۔ لیکن اس میں کہیں بم چکا ہوا انٹرنیز آئے کی سوچوں میں کوئی حرکت نہیں تھی۔ آیا۔

”میں بھی فاروق۔ اس مسری میں کوئی بم نہیں چھپا ہوا۔“

”فاروق تمara اندازہ غلط لکھا۔“ آفتاب نے طبعی انداز میں کہ ”آپ لوگ اپنا وقت شائع کر رہے ہیں۔“

”چلو کوئی بات نہیں۔ یہ مایا جان کا اندازہ تو تھا نہیں۔“ ”آپ نے یہ مسری کماں سے بنوائی تھی۔ یہ کم از کم ہمارے دشمنیں بھی۔ میرے اندازے بھی غلط ہو سکتے ہیں اور کہیں ہاں کی بھی ہوئی تو تکھی نہیں۔“ فاروق نے سوچ میں گم انداز میں کہا۔

”کم از کم آپ کا یہ اندازہ درست ہے۔۔۔ یہ مسری میں نے ہوئے ہیں۔ میں آخر ایک انسان ہوں۔“

”میں اب بھی یہی کہتا ہوں۔ یہ اس مسری میں ہیں۔۔۔ باہن ملک سے مکتووی تھی۔“

از کم ایک بم ضرور اس میں ہے۔“ ”اور آپ کماں کے رہنے والے ہیں؟“

"روبا کا۔" اس نے کہا۔

"اب یہاں وقت ضائع کرنے کا کیا فائدہ؟" فراز انے مدد بخواہی
"ہاں اور کیا۔ جب پروفیسر انکل کے آئے نے تھا وہاں
اس مسیری میں کوئی بم نہیں ہے۔ اور نظر بھی نہیں آ سکا۔
مسیری اتنی بُجی چوری بھی نہیں ہے کہ اس کے ساتھ چپکا ہوا بم
نہ آئے۔" آصف نے جملائے ہوئے انداز میں کہا۔

"تم لوگوں کو جلدی ہے تو تم ہوش میں دوسرا طرف کو شروع کر سکتے ہو۔ میں تو اپنا اطمینان کر کے ہی اس کرے سے نہیں مسیری مجھے یونہی بہت عجیب ہی لگی ہے۔ اگر یہاں بم کی ملاش کا سلسلہ ہوتا تب بھی میں اس مسیری کا جائزہ لیے بغیر نہ رہتا۔ مسٹر زوبا۔ ایک پیاز مل سکتا ہے۔"

"پیاس کیا مطلب؟"

"پیاس کیا مطلب۔ بھلا کیا ہو گا پروفیسر انکل۔"

"بھی پیاس کرنے والی لکڑی۔ جو انچوں اور سنی میزوں میں لبائی ہاتھی ہے۔" پروفیسر مسکرائے۔

"وہ تو میں بھی جانتا ہوں۔ لیکن۔ یہاں پیانے کی کیا ضرورت پیش آگئی۔" زوبا نے جملہ کر کہا۔

"ضرورت پیش آئنے کی بھی ایک ہی کہی۔ بھی ضرورت تو کسی قری کیسی بھی پیش آنکتی ہے۔ کیوں پروفیسر انکل؟"

"انکل نیک۔ دیے یہاں تو ایک عدد میں بھی جیسیں دے۔

"آپ دیکھ رہے ہیں انکل فاروق کو؟"

"ہاں! دیکھ تو بت دیر سے رہا ہوں۔"

"پھر آپ خاموش کیوں ہیں؟"

"میں دیکھتا چاہتا ہوں کہ یہ کرنا کیا چاہتا ہے۔" اپنے سکر اکر کر کہا۔

"تیر صرف آپ۔ بلکہ میں بھی دیکھتا چاہتا ہوں۔" اپنے کامران مرزا نے ان کی تائید کی۔

"کیا مطلب؟"

بالقی لوگ ایک ساتھ ہو لے۔ ان کے چہوں پر حرمت بھیل گئی۔

○☆○

راس کی طرف پڑھا دیا۔ فاروق نگاہ مسی کے تھوڑے کی بیانی اور
بڑائی مانپنے والے ساتھ ہی کافر پر لگہ بھی رہا تھا۔ سب لوگ اس کی
لف جھٹ سے دیکھ رہے تھے۔

”آج تو یہ بالکل سرافراز نظر آ رہا ہے۔“

”ہاں! اس میں اس کا بھی کیا قصور۔ ہمارے گر کے تو
ہواںے اور دیواریں تک سرافراز نظر آتے ہیں۔“ محمود نے برا سا
دنیا۔

”لیکن نتیجہ کچھ نہیں لگتا گا۔ اس مسی میں بھی کمال۔“ زوبا

اہم۔

فاروق جیسے ان کی بات چیت سن ہی نہیں رہا تھا۔ بس جلدی
بلدی اپنا کام کر رہا تھا۔ آخر پڑھہ مت تک پیاس لکھنے اور جمع
نفرق کرنے کے بعد اس نے سراغ خلا۔

”اس میں لمبائی کے رخ دو اور چڑائی کے رخ پر بھی دو خیر
لئے بنے ہوئے ہیں۔ یعنی جتنے لمبی مسی ہے۔ اتنا ہی لمبا خیر
لئے۔ جتنی چوڑی مسی ہے اتنا ہی چوڑا خیر خانے۔ ان غاؤں میں
بم تو کیا۔ کلاں کوفیں اور دوسرا اسلوٹ تک رکھا جا سکتا ہے۔
اکل۔ بس ذرا چیز کس بھی وے دیں۔ میں یہ شکر نہ چاہتا
اہم۔“

”ضرور کیوں نہیں۔“

لکھا ہوں۔“ انسوں نے مکرا کر کہا۔

”واہ۔ تکی اور پوچھ پوچھ۔ اندھا کیا چاہے۔ دو آنکھیں۔
دیے چاہئے کو وہ ایک آنکھ بھی چاہ سکتا ہے۔ کیونکہ اس کا کام ایک
سے بھی چال سکتا ہے۔ لہذا یہ محاورہ یوں ہوتا چاہیے۔ اندھا کیا
چاہے۔ ایک آنکھ۔“

”لیکھ۔“ اب محاورات کا چیزوں شروع ہو گیا۔ ابھی یہاں ہاتھ
لگ جائے گا تو شاید یہ جو میری شروع کریں گے۔ شوکی نے جل کر
کہا۔

”تم سب لوگ جلے بھئے کیوں جا رہے ہو۔“ فاروق نے اپنی
ہیز نظروں سے گھورا۔

”اس لیے کہ ہم جانتے ہیں۔ تم وقت مانع کرنے کے باہر
ہو۔۔۔ لیکن ہمارے پاس وقت مانع کرنے کے لیے نہیں ہے اس
وقت۔۔۔ بم تلاش کرنے ہیں بم۔۔۔ درست یہ ہوٹل بھک سے اڑ جائے
گا۔۔۔ اور اگر ایک ہوٹل بھک سے اڑ گیا تو کل دوسرے کی باری آئے
گی۔۔۔ پھر سرکاری عمارت کی باری آئے گی۔“

”ہاں! یہ تو ہے۔۔۔ اور میں بھی اسی کوشش میں ہوں کہ یہ
ہوٹل بھک سے نہ اٹے۔۔۔ مگر رائور کسی سرکاری عمارت کو بھک
سے اڑا۔۔۔ اُنواب نہ دیکھ سکے۔“

اسی وقت پروفیسر داؤڈ نے اپنے سلمان میں سے ایک یادگار نکل

"ٹیکس مشر زدباب۔ اب آپ اس وقت ٹک کرے سے باہر نہیں جا سکتے۔ جب ٹک کر یہ تختہ کھول کر نہیں دیکھے جائے"۔ ایسے میں اسپر جشید کی سرد آواز گوئی۔

انہوں نے دیکھا۔ ان کے ہاتھ میں پستول تھا اور زدبا کے ہاتھ اور انہوں کے ہاتھ پر خوف ہی خوف تھا۔

"لیکا یہ صاحب باہر جاتے لگے تھے؟"

"ہاں سرسری انداز میں دروازے کی طرف بڑھے تھے۔ باہر نکلتے ہی یہ دروازہ بند کر دیتے اور پھر اس سرسری میں موجود بم پھٹ جاتے۔ کیونکہ باہر نکلتے ہی ریبوت کٹنول آئے کاٹن دیا دیتے۔ آکہ ہو اس وقت بھی ان کی جیب میں ہے۔ لیکن اب چونکہ یہ خود کرتے میں موجود ہیں۔ لہذا اب یہ ٹیکس نہیں رہ سکتے۔ ساقہ ہی خود کو بم سے اڑانا اتنا آسان کام نہیں ہوتا۔"

"اف مالک۔ تو فاروق کا خیال درست ہے۔"

"اگر فاروق کا خیال درست نہ ہو تو یہ بہاں سے باہر جانے کیوں کوشش کرتے۔ اور اب یہ بات بھی ثابت ہو گئی ہے کہ یہ خود رانور کا آدمی ہے۔ اور ہوٹل کو بم سے اڑانے کی سازش میں اس کا برا بر کا شریک ہے۔ اور یہ بھی اشارجہ کا ایجنت ہے۔"

"متن نہیں"۔ اس نے مارے خوف کے کما۔

"اب تم نہیں کو بیا ہاں کو۔ بات بھی ہے۔"

اسی وقت ایک تختہ کھل گیا۔ اور وہ یہ دیکھ کر بھوچنے لگے کہ اس ایک تختے میں تین بڑے سائز کے بم چپکائے گئے تھے۔ "اب تو یہ می طرح تادا۔ کہ بم اور کمال کمال ہیں؟" "بس۔۔۔ بھی تھے۔"

"فاروق دو سرا تختہ بھی کھولو۔"

فاروق نے دوسرا تختہ بھی کھول دیا۔ لیکن باقی کسی غائب نہیں تھا۔ بم نہ طلا۔

"جلدی ہتاو۔ اور بم کمال ہیں؟"

"ٹیکس نے کھانے۔ اور کوئی بم نہیں ہے۔"

"مشر زدباب۔ تم عقل سے پیدل ہو۔" اسپر جشید نے برا سا دریا یا۔

"کیا مطلب؟" اس نے چوک کر کا۔

"تم نہیں ہتاو گے تو بم تمارے ہی جنم کے چیزوںے اڑائیں کے۔ اور کسی کی جان نہیں جائے گی۔"

"ٹیکس بھا نہیں۔ آپ کیا کہنا چاہئے ہیں۔" اس نے اٹالائے ہوئے انداز میں کہا۔

"تم سارے ہوٹل کو خالی کروالیں گے اور آپ کو رسیوں سے لا کر ہوٹل میں ڈال دیں گے۔ اگر ہوٹل میں کوئی اور بم نہیں ہے۔ تو پھر تو آپ کا جنم گلوں میں تبدیل نہیں ہو گا اور اگر کوئی بم

پھر انہوں نے بیم بیکار کیے اور زدیا کو ایک خیریہ نہکانہ کی طرف
لے گئے۔ لیکن جو نہی وہاں پہنچے۔ انہیں ایک اور زبردست جھٹکا لگا۔
خیریہ نہکانے کے کمرے اندر سے روشن نظر آ رہے تھے۔ جب
کہ عمارت تاریک ہوئی چاہیے تھی۔
”حیرت ہے۔ یہاں کون ہے؟“ اپکڑ جہید کی سرسراتی آواز
ان کے کاتوں سے گمراہی۔

”را۔۔۔ را۔۔۔ را۔۔۔ زدیا نے کہتا چاہا۔۔۔

میں اس لمحے اس کے دل پر ایک گولی آ کر گئی۔۔۔ وہ ترے گرا
اور ساکت ہو گیا۔۔۔

”ارے باپ رے۔۔۔ عمارت کے اندر راثور موجود ہے۔“ اپکڑ
جہید چلا کے

اور وہ فوراً نہیں پر گر گئے۔۔۔ لڑکتے ہوئے انہوں نے درختوں
کی اوت لے لی۔۔۔ کافی دیر تک وہ دیکھ رہے۔۔۔ لیکن دوسرا فائزہ
ہوا۔۔۔ اور زدیا مر چکا تھا۔۔۔

”کوئی سادہ لباس والا غداری تو نہیں کر سکا انکل۔“ شوکی نے
فوراً کہا۔

”یہ نہیں ہو سکتا۔۔۔ وہ لوگ چنے ہوئے ہیں۔“

”تب پھر۔۔۔ راثور کو کیسے معلوم ہو گیا۔۔۔“

”مسڑ راثور۔۔۔ اب آپ کیا سوچ رہے ہیں۔۔۔ یا تو کھل کر

ہوا تو آپ جانتے ہیں۔۔۔ کیا ہو گا۔۔۔

”تن نہیں۔“ اس نے کہا۔

”کتنی بات کو گے نہ نہیں۔۔۔ ایک ہی پار کہ ڈالو۔۔۔ نہیں۔۔۔ نہ نہیں۔۔۔ نہ نہیں۔۔۔“ آفتاب نے جھلا کر کہا۔

”میں میانے کے لئے چار ہوں۔۔۔ لیکن میری ایک ثہا
ہے۔۔۔“

”اور وہ کیا؟“

”آپ مجھے کسی محفوظ جگہ پہنچا دیں۔۔۔ ورنہ راثور مجھے نہ
نہیں چھوڑے گا۔۔۔“

”چھا ٹھیک ہے۔۔۔ ہم آپ کو محفوظ جگہ لے جائیں گے
جلدی تباہیں۔۔۔ بم کمال کہاں ہیں۔“

اس نے تین اور چھوٹوں سے بم کمال کر دے دیے۔۔۔
”حیرت ہے۔۔۔ پروفیسر انکل نے یہاں بم کی موجودگی کیوں نہ
نہیں۔۔۔ آصف کی آواز سنائی وی۔۔۔“

”آج کل ہر چیز کا علاج دریافت کر لیا گیا۔۔۔ شاید ان بھوول
ایسا آگر بھی فٹ کیا گیا ہے جس کی وجہ سے ان کی موجودگی موجود
نہیں کی جا سکتی۔۔۔ میں اس کیس سے قارغ ہو کر ان بھوول کا جائزہ
گا اور معلوم کروں گا کہ آئے نے ان کی موجودگی کیوں خاہر نہ
کی۔۔۔“

سائنس آئیں.... یا خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیں۔۔۔ نہ اپنا وقت
ضائع کریں نہ ہمارا۔۔۔ آفتاب نے ہاک لگائی۔

”مشورہ تھیک ہے۔۔۔“ آصف بولا۔

لیکن عمارت سے اب بھی کوئی آواز سنائی نہ دی۔

”حیرت ہے۔۔۔ کیا یہ صاحب گولی چلا کر سو گئے۔۔۔“ محسن بولا۔

”نہیں.... انہوں نے سو کر گولی چلائی تھی۔۔۔“ فاروق نے من

بنایا۔

”چھا تو پھر میں آ رہا ہوں۔۔۔“ اپنے جسید بولے اور اوٹ سے
نکل کر عمارت کی طرف بڑھنے لگے۔

”یہ.... یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟“ فردانہ نے کانپ کر کہا۔

”میرا خیال ہے۔۔۔ فائز کرنے کے ساتھ ہی رانور جا چکا ہے۔۔۔“

وہ بولے۔

”میرا بھی یہی خیال ہے۔۔۔ اب عمارت میں کوئی نہیں ہے۔۔۔“
آخر وہ عمارت میں داخل ہو گئے۔۔۔ واقعی عمارت غالی پڑتی
تھی.... اور اس کا چچلا دروازہ مکھا تھا۔۔۔ حلہ آور اس طرف سے جا چکا
تھا۔۔۔ اسے تو بس زیبا کو سزا دتا دی۔۔۔ سو دے کر چلا گیا۔۔۔ ان سے
گویا کوئی غرض نہیں تھی۔۔۔ ایسے میں عمارت کے فون کی تھنی بھی۔

”حیرت ہے۔۔۔ اس کو عمارت کا فون نمبر بھی معلوم ہو چکا
ہے۔۔۔ جب کہ یہ نمبر کسی کو معلوم نہیں ہیں۔۔۔“ اپنے جسید بولے

”یہ رانور کیسیں جادو گرت نہیں۔۔۔“ پوفیسر بولے
اپنے جسید نے ریسور اٹھا لیا۔

”کیوں۔۔۔ کیسی رہی؟“ اوھر سے رانور کی آواز سنائی ای۔۔۔

”بس رہی تو تھیک۔۔۔ ہم ہوٹل بچانے میں تو کامیاب ہو گئے۔۔۔“

”بولے۔۔۔“

”کوئی بات نہیں۔۔۔ اس بار ایک پستل کی باری ہے۔۔۔ کوئا کا

بپتال۔۔۔“

”نہ نہیں۔۔۔ تم ایسا نہیں کر سکتے۔۔۔“

”مجھے کون روکے گا۔۔۔ میں جو چاہوں گا۔۔۔ کروں گا۔۔۔ جب

تک تم سرحد پر سے اپنی فوجیں نہیں ہٹا لیتے۔۔۔“

”سرحد سے فوجیں ہٹانے کا مطلب یہ ہو گا کہ ہم نے اپنے

ملان بھائیوں کی مدد سے ہاتھ اٹھا لیا اور انہیں ایک بہت بڑے دشمن

لک کے ٹلم، و تم کے حوالے کر دیا۔۔۔ لیکن ہم ایسا نہیں کر سکتے۔۔۔ ہم

سلمان ہیں۔۔۔“

”میں آپ کی حکومت کو مجبور کروں گا۔۔۔“

”خیر دیکھا جائے گا۔۔۔ پسلے تو یہ ہتاں میں۔۔۔ آپ کو اس نفیہ جگہ

کا پتا اور فون نمبر کیسے معلوم ہو گیا۔۔۔“

”میں اپنے راز ہٹانے کا عادی نہیں۔۔۔ آپ خود معلوم کریں کہ

کیسے معلوم ہو گیا۔۔۔ آخر آپ ایک عدد سراغر ساں ہیں۔۔۔ وہ بھی ملک

کے مانے ہوئے سراخ ساراں۔"

"چھپی بات ہے۔ ہم یہ معلوم کر لیں گے۔"

"پہلے یہ معلوم کریں گے یا ہپتال کی فلک کریں گے۔"

"اوہ ہاں۔ واقعی۔"

اور وہ ہپتال کی طرف دوڑ پڑے۔

"فوس! ہم نے ہپتال میں ہم پہنچنے کا وقت اس سے معلوم کیا۔ فورس کو معلوم تھا اور کسی کو نہیں۔ اور خفیہ فورس کا کوئی آدمی نہیں کیا۔" اسکلہ جشید کو خیال آیا۔

"کوئی بات نہیں۔ اب جو ہو گا دیکھا جائے گا۔"

وہ ہپتال پہنچے۔ ہپتال کی انتظامیہ کو صورت حال تینی گئی تو اس کے توہا تھے پیر پھول گئے۔ اتنے بڑے ہپتال کو خال کرنا: بھی خال جی کا گھر نہیں تھا۔ لیکن مرتب کیا شد کرتے۔ غالی تو کرنا: نہیں تھا۔ جلدی جلدی گاڑیاں منگوائیں گئیں۔ میریضوں کو دوسرے ہوتاں ہوں میں منتقل کرنے کا کام شروع ہوا۔ قیمتی سامان اور مشینی بھی منتقل جائے گئی۔ اور ہر پروفسر داؤڈ اپنے آئے کے ذریعے یہ معلوم کرنے کی سرتوڑ کو کوشش کر رہے تھے کہ ہم کہاں ہیں۔ لیکن ان کا آکار تو پہلے ہی جواب دے چکا تھا۔ ان کا جسم پہنچنے سے بھیگ چکا تھا۔ اپنے ہی ملک میں وہ رانور کے جال میں بڑی طرح پھنس چکے تھے۔ اس کے مقابلے میں خود کو بے بس محسوس کر رہے تھے اور سوچ رہے تھے۔ وہ اس ہپتال میں مصروف ہیں۔ ہم تلاش کرنے کی کوشش کر رہتے ہیں۔

وہ کسی دوسری جگہ بھم نصب کرنے میں مصروف ہو گا۔ آخر اس نے کامل کیا ہے۔ یہ تو ہمیں دوڑا دوڑا کرمار ڈالے کا۔ اور پھر نے عمارت کا پتا کس طرح معلوم ہوا۔ فون تمبر کے معلوم ہوا۔ نے کا مطلب ہے۔ ان کے ٹھکر میں ضور کوئی غدار موجود تھا۔ اس سے کام لے رہا تھا۔ لیکن نہیں۔ عمارت کا پتا انسیں اور اس کا مطلب ہے۔ اور وہ ہپتال کی طرف دوڑ پڑے۔

جس تھے۔ پہلے ہی سوچ بھجو کر ان کا انتخاب کیا گیا تھا۔

"نہیں جشید۔ میں بڑی طرح ناکام ہو چکا ہوں۔"

"اف مالک! اب کیا ہو گا۔"

"انسانی جائیں یہاں سے نکال لی گئی ہیں۔ اب ہپتال بناہ ہوتا ہے تو ہو جائے۔ اکل اس میں ہم کیا کر سکتے ہیں۔" شوکی نے کہا۔ "وزرا سوچو شوکی۔۔۔ ایک ہپتال کے بعد دوسرا دوسرے کے بعد تیرا۔۔۔ اگر اس طرح وہ ایک ایک کر کے سب کو اڑا دے تو میریض کمال جائیں گے۔۔۔ ان کا علاج کیسے ہو گا۔۔۔ انسیں کمال رکا جائے گا۔۔۔ یہ مسئلہ اس قدر خوفناک ہے کہ ہم اس وقت انداز، نہیں لگائے۔۔۔"

"تب پھر کیا ہم رانور کے مقابلے میں ہار مان لیں۔۔۔ سرحد سے اپنی فوجیں ہٹا لیں۔۔۔ پروفیسر داؤڈ بولنے کے انداز میں بولے۔

میں اس لئے کان پھاڑ دینے والے دھاکا ہوا۔۔۔ وہ آر جے ہپٹال

”میں نے صدر صاحب سے کام تھا کہ سونے کا جہاز میں لٹک بہت دور تھے۔ پھر بھی بری طرح اچھے اور ادھر اور پر بکرے گے۔۔۔ یہ سارا کیا دھرا سونے کا جہاز والیں دینے کی وجہ سے بھر رکھا تو ہپٹال میں کاؤنٹر نظر آیا۔۔۔
ایک چھوٹی مصیبت سے بچنے کے لئے اب ہم نے کتنی بڑی مصیبہ،۔۔۔ کاپ کے۔۔۔ میں اس لئے فون کی تھنی بچنے لگی۔۔۔
مول لے لی ہیں۔۔۔“

○☆○

”آج بھائی نہیں دے رہا۔۔۔“ فرزان نے اپنے پال نوج لے لے

اسی وقت موبائل فون کی تھنی بی۔۔۔

”اپکر جمیش بات کر رہا ہوں۔۔۔“

”یہ کیا ہو رہا ہے جمیش۔۔۔“ صدر صاحب کی بولکھلائی ہوئی تو ز
ٹائی دی۔۔۔

”ہم نے پہلے ہی آپ کو بتا دیا تھا۔۔۔ اگر سونے کا جہاز دیا تو یہ
لوگ سرپر چڑھ جائیں گے۔۔۔ اور اگر ہم اڑے رہے،۔۔۔ سونے کا جہاز
دیتے تو یہ آگے نہ پڑھ سکتے۔۔۔“

”انوس! اب مجھے احساس ہوا۔۔۔ اس وقت میں نے سوچا
تھا۔۔۔ وہ سونے کا ایک جہاز ہی تو ہے۔۔۔ انلائی جائیں اس کے مقابلے
میں زیادہ قیمتی ہیں۔۔۔“

”بے شک اس سونے کے جہاز سے انلائی جائیں زیادہ قیمتی
تھیں۔۔۔ لیکن۔۔۔ ان انلائی جانوں کو بچانے کے لئے ہم سونے کا
جہاز ان کے حوالے نہیں کر رہے تھے۔۔۔“

”لیکن جمیش۔۔۔ اب کیا ہو گا۔۔۔“

بلے کا ذہیر

”بیلو اپکڑ جشید... کسی ری... اب کیا خیال ہے۔“ رانور فارچہ بیٹھا ہوا جائے گا۔
نہر میں بیجھی ہوئی آواز سنائی دی۔
”تم اپنے یہ خونیں پوگرام بند کرو اور ہم سے آکر بات کر لو۔“ انہوں نے تملکائے ہوئے انداز میں کہا۔

”تو اس حد تک پریشان ہو چکے ہیں آپ۔“
”ہاں! یہی بات ہے۔“

”میرے آئے اور بات کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔“
”میں ایک ہی شرط ہے۔ اور وہ یہ کہ فوجیں مرحد سے ہٹائی جائیں۔
جو نہیں فوجیں مرحد سے بیٹھیں۔ ملک میں امن و سکون ہو جائے گا۔
کوئی ہپتال تباہ ہو گا اور نہ کوئی دوسرا ادارہ بلے کا ذہیر بنے گا۔“

”آجھی بات ہے۔“ ہم فوجیں مرحد سے ہٹا رہیں۔“
وہ ان کے یہ الفاظ سن کر سکتے میں آگئے۔

”بہت خوب! یہ ہوئی نا بات۔“ میرے آدمی جب اس بات کی
اصدیق کردیں گے تو میں اپنا پوگرام بند کر دوں گا۔ فی الحال تم اپنے

”فتر غارجہ کی خیر مناؤ۔“

”ایک مٹ رانور۔ جب معاملہ ہو گیا ہے۔ تو اس کی کیا
ضرورت۔“

”ضرورت ہے۔ میں تم لوگوں کو سوچنے کی مدد نہیں دے
سکتا۔ اگر تم ابھی اور اسی وقت فوجیں ہٹا لو۔ اس صورت میں دفتر
کا۔ اور اگر دری گئی تو اڑ جائے گا۔“

”لیکن فوجیں ہٹانے میں وقت تو لگتا ہے۔“

”نہیں۔ اسی وقت واٹر لیس پر احکامات جاری کیے جائے
ہیں۔“

”اچھا! میں اسی وقت احکامات بیکھوارہا ہوں۔“

”واہ... یہ ہوئی نہ بات۔ اس سے پہلے کبھی اتنے بڑے پہنچے
سے تھے تم اپکڑ جشید۔ وہ بھی اپنے ہی ملک میں۔“

”شاید نہیں۔“ انہوں نے تھنکے تھنکے انداز میں کہا۔

”اڑے تو کروتا واٹر لیس پر بات۔ فون کا رسور ش رکھنا۔
تبھی میں بات سن سکوں گا۔“

انہوں نے صدر صاحب سے رابطہ کیا۔ صورت حال بتائی اور
بولے۔

”سر! فوری طور پر فوجیں والپس بلا لیں۔ ورنہ وہ دفتر غارجہ کو
ازاوے گا۔“

”اور تم اس کا کچھ علاج نہیں کر سکتے جیشید۔“ صدر صاحب ان بدلایات پر عمل نہ ہوا تو پھر دفتر خارجہ اڑ جائے گا۔“
تلہ اٹھے۔
”مسٹر رانور آپ بدلایات اپنے کافوں سے سن چکے ہیں.... اور

پھر بھی۔“
”ہاں! میں اس طرح اختیار نہیں کرتا.... خبر دیکھا جائے گا۔
ابھی میرے آدمی مجھے اطلاع دیں گے۔“
اور فون بند کر دیا گیا۔

”ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔ اور ہمیں اس کم وقت میں رانور کا سراغ لگانا ہے۔“
”رانور کا سراغ۔“ وہ ایک ساتھ بولے۔

”ہاں رانور کا سراغ۔“ انہوں نے پر عزم انداز میں کہا۔
”ایک بار پھر فون کی تھنی بھی۔ اور رانور کی آواز سنائی رہی۔
”تم اور میرا سراغ لگاؤ گے۔“ اس نے ہنس کر کہا۔
”کیوں.... کیا نہیں لگا سکتے۔“

”میں اگر چاہوں تو تم اپنے گھروں سے بھی نہ نکل سکو۔۔۔ خدا میں دفتر خارجہ نہ اڑانے پر یہ بات بھی شامل کروں کہ تم لوگ اپنے گھروں میں قید ہو کر رہ جاؤ گے۔۔۔ اگر باہر نکلو تو دفتر کو ازاوں گا تو تم کیا کرو گے۔ بلکہ مرا بھی اسی طرح آئے گا۔۔۔ یہ شرط بھی ساتھ میں شامل کرو، اپکلہ جیشید۔۔۔ تم بھی کیا باؤ کرو گے۔۔۔ اب تم سب ایک گھر میں۔۔۔ یعنی اپنے گھر میں قید ہو جاؤ۔۔۔ یہ میرا حکم ہے۔۔۔ اگر تم باہر

”یہی بات ہے سر۔“ اپکلہ جیشید نے دوسرا آواز میں کہا۔
”اچھی بات ہے۔۔۔ لیکن یہ ہمارے لیے ذوب مرنے کا مقام“
کا۔۔۔

”افسوں! ہم اور کچھ نہیں کر سکتے۔“ انہوں نے کہا۔
”اچھا۔۔۔ میں بدلایات جاری کر رہا ہوں۔“
”مرے۔۔۔ سیٹ بند کیے بغیر دوسرے سیٹ پر بدلایات جاری کریں۔“

”کیوں.... اس کی کیا ضرورت ہے۔“ وہ چوکے۔
”مسٹر رانور اپنے کافوں سے آپ کو بدلایات دیتے سننا چاہئے ہیں۔“

”کیا وہ تمہارے پاس موجود ہے۔“ وہ چلا کے۔
”بھی نہیں۔۔۔ فون پر موجود ہے۔“
”اچھا اچھا۔۔۔ ابھی لو۔“
اور پھر صدر صاحب نے دوسرے سیٹ پر بدلایات باری کر دیں۔۔۔ آخری لفاظ لکھنے کے بعد انہوں نے سیٹ بند کر دیا تو رابرے کہا۔۔۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ فی الحال دفتر خارجہ نہیں اڑے گا۔۔۔ لیکن اگر

لئکے تو فرماڑ جائے گا۔

"یکین مسٹر رائول... یہ تو بزدلی کی احتساب ہے۔"

"ہاں ہے۔ تم نے مجھے بندل کمال اپنکر جشید... مجھے غصہ نہیں آیا۔ میں غصہ نہیں لکھاتا۔ تم مجھے کچھ بھی کوئی میں جلال کی طرح بہادری لکھانے کا عادی نہیں ہوں۔ بہادری صرف اس وقت دکھاتا ہوں۔ جب آمنا سامنا ہو جائے اور لڑنے کے سوا کوئی چار شیک رہ جائے۔"

"اچھی بات ہے مسٹر رائول۔ ہم تمہاری یہ شرط بھی مان رہے ہیں۔"

اور پھر انہیں اپنے گھر میں قید ہونا پڑا۔ دو گھنٹے بعد صدر صاحب کا فون انسس ملا۔

"جشید فوجیں پہنچے ہٹ رہی ہیں۔"

"اور ادھر ہمیں گھر میں قید کروایا گیا ہے۔"

"کیا مطلب؟" صدر صاحب پوچکے
اپنکر جشید نے انسس صورت حال بتائی۔ صدر صاحب دھلک سے رہ گئے۔

"اب کیا ہو گا جشید۔"

"آپ ہی بتائیں... اب ہم کیا کریں... اگر ہم اپنے گھر سے لٹکے ہیں تو فرماڑ خارجہ طبے کا ڈیپر بن جائے گا۔"

"عن قسم جشید... تم باہر نہ لکنا۔"

"جی بہت بہتر ہے۔ نہیں لکھیں گے۔"

"لیکن ایسے بھی تو کام نہیں چلے گا۔" صدر صاحب پوچلے
"یہ آپ جانیں۔" انہوں نے سرداور دھلک لجھے میں کہا۔

"تم... تم مجھ سے ایسے لجھے میں بات کر رہے ہو۔"

"ان حالات میں حق سے میںی آواز بھی نکل جائے۔ قیمت
ہے سر۔" انہوں نے زبردست لجھے کو خونگوار بیانے کی کوشش کی۔
"اچھا جشید... میں دلکھتا ہوں کہ اس سلسلے میں کیا کیا جاسکتا
ہے۔"

"ضرور... دیکھیں سر... اور ہمیں بھی تباہی بتیجئے گا۔"

صدر نے فون بند کر دیا۔ انہوں نے گھر کے دروازے اندر سے بند کر لے تھے۔ جانتے تھے۔ ان کے اپنے گھر میں بھی آلات اور کچھ کیرے نصب تھے۔ جن کی وجہ سے وہ نہ صرف ان کی آوازیں سن رہا تھا۔ بلکہ انہیں دیکھ بھی رہا تھا۔ اب تو ایسے کیرے بھی ایجاد ہو چکے تھے جو انہیں کر دینے کی صورت میں بھی اپنا کام کرتے رہتے تھے۔ کوئا انہیں کرنے سے بھی ان کا مسئلہ حل نہیں ہو سکتا تھا۔

"اوہ بھی... کچھ کھائیں جیس... بہت تحکم گئے ہیں ہم۔"

اپنکر جشید نے شوخ آواز میں کہا۔ پھر قدرے بند آواز میں پوچلے۔

"بیگم کھانے کے لیے جو کچھ بھی ہے... لے آؤ۔"
"اے! بھی اٹی۔"

"لیں جیسے... ایسے سیکھانے کو کس طرح جی چاہ رہا ہے۔"
پروفیسر اوڈیولے

"کیا آپ کا بھی نہیں پروفیسر صاحب۔" وہ سکرے
"نہیں... میرا بھی نہیں۔"
"اس کے پاؤ جو وہم کچھ کھائیں گے اور ہنسیں گے۔"
"سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں۔"

"ہمیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں... ہمیں کچھ کرنے کے قتل
چھوڑا ہی کب گیا ہے۔"

اور تھا جے ہوئے بھی وہ کھانے پینے میں مصروف ہو گئے
"باتیں کرو بھی... کیا تم پر غاموشی کا دورہ پڑ گیا ہے۔" انپر
بیشید نے جملہ کر کر کہا۔

"ہاں واقعی... کچھ بولو... چکلو... فنا کو خوکھوار بناو۔" انپر
کامران مرزا نے کہا۔

"آپ کہتے ہیں تو باتیں کرنا شروع کر دیتے ہیں... لیکن مجی
نہیں چاہ رہا۔"

"جی تو کھانے کو بھی نہیں چاہ رہا تھا، لیکن سب کھا رہے ہیں۔"

"چلنے تھیک ہے... بات چیت شروع کر دیتے ہیں... لیکن کیا

کریں 'سوال تو یہ ہے۔' - قارون نے کہا۔

"حد ہو گئی۔ بھی اس سے پہلے تم پوچھ کر بات چیت شروع
کرتے ہو۔" انپر کامران مرزا جملہ اٹھے

"خبر میں ایک سوال آپ سے پوچھتا ہوں۔ آخر ہمارے گھر
میں ان لوگوں نے خفیہ نی وی کمرے اور دوسرے آلات کس طرح
نصب کر دیے؟" محمود نے کہا۔

"زواب بہت آسان ہے.... یہ کام ایٹھاں نے دکھایا ہے۔"

"لیکن ہمیں اس کی موجودگی کو تو محسوس کرنا چاہیے تھا۔"
"ہاں کرنا چاہیے تھا۔ لیکن یہ کام اس نے ایسے وقت میں کیا

ہوا گا۔ جب ہم گھر میں نہیں ہوں گے.... تمہاری ای کی جا سوی کی
رگ بھی اس حد تک نہیں پہنچ سکتی۔ جس حد تک تمہاری رگیں پہنچ سکتی
ہیں.... یہی وجہ ہے کہ یہ اس کی موجودگی کو محسوس نہ کر سکیں۔ اور وہ
اپنا کام کر کے پختا ہنا۔"

"لیکن وہ اندر کس طرح داخل ہوا۔"

"اس کے لیے یہ بھی مشکل نہیں تھا۔ اندر داخل ہونے کو تو
وہ پائیں باغ سے ہو کر درخت کے ذریعے پہنچ پر آ سکتا تھا۔ اور
رسی کی مدد سے یچے اتر سکتا تھا۔ لیکن اس نے اس سے بھی آسان
راستا اختیار کیا ہو گا۔ مطلب یہ کہ جب ہم گھر سے نکل رہے ہوں
گے.... اور ابھی تمہاری ای نے دروازہ بند نہیں کیا ہو گا.... تو وہ

کسی چیز کو چھپیں۔ اور آپ کا مکان بھک سے الٹ جائے۔ اور آپ
دراہ تھوڑے ملنے کے لئے زندہ تک نہ بچھیں۔"

"حد ہو گئی۔ آپ جیسا غلط مجرم دیکھا نہ نہیں تھا۔" آصف نے جملہ

کر کہا۔

"شکریہ شکریہ۔" راثور نے خوش ہو کر کہا۔

"کوئی ایسی بات جو آپ کو غصہ دلائے۔" آفتاب نے بھنا کر
بچھا۔

"میرے خیال میں تو ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں خود کو برف
کی طرح بخشندا رکھنا جانتا ہوں۔"

"اللہ کرے۔ آپ بالکل غمظے ہو جائیں۔" رفت نے
تملا کر کہا۔

"ویسے رکل انور۔ او ہو میرا مطلب ہے۔۔۔ انکل راثور۔
آپ غصے ہوئے کہاں ہیں۔"

"یہ بھی کوئی بتانے کی بات ہے۔"

"اچھا۔ بتانے کی بات نہیں ہے۔۔۔ چلنے پھر رہتا ہے۔ اور جو
بات بتانے کی ہے۔۔۔ آپ صرف وہ بتا دیں۔"

"جہلا میں کس طرح بتا دوں کہ بتانے کی بات کون سی ہے۔"

راثور کے لیے میں بلا کی حرمت تھی۔

"اگر آپ اتنا بھی نہیں بتائتے تو پھر آخر کیا بتائتے ہیں۔ اتنا

دریائی و قلعے میں اندر داخل ہو گیا ہو۔"

"اوہ ہاں۔ ضرور میں بات ہے۔۔۔ یہ کام کم از کم ابتلاء کے لئے
مشکل نہیں تھا۔"

"اس کا مطلب ہے۔۔۔ اب راثور کی نظروں سے بچنے کا ایک ہی
طریقہ ہے۔۔۔ اور وہ یہ کہ ہم اپنے گمراہ کو ان آلات سے پاک کر
دیں۔"

"بالکل صحیح۔"

"لیکن اگر آپ لوگ ایسا کریں گے تو وفتر خارجہ ملے کا ڈھیر بن
جائے گا۔۔۔ یہ سوچ لیں۔" راثور کی آواز ابھری۔

"حد ہو گئی۔ فون اور ٹرانسیور میٹ کے بغیر بھی آپ ادا۔۔۔ اور
ہم تک پہنچا سکتے ہیں۔" آفتاب ۱۱۰۰

"نہ مہا۔۔۔ ادا۔۔۔ سچا سامنے تھے آپ نہ از من بھی
اہول۔۔۔ نہ صرف آواز من سکتا ہوں۔۔۔ بلکہ آپ لوگوں کو بخوبی
ویکھ سکتے ہو تو بتانا شروع کر دیں۔۔۔ کون کس کے پاس ہیں
ہے۔"

"اس کی ضرورت نہیں۔۔۔ ہم جانتے ہیں۔۔۔ آپ ہمیں دیکھ
پہنچیں۔"

"صحیح ہے۔۔۔ ہیں کہ رہا تھا۔۔۔ ان آلات کو چھپیں آپ
گور کے لئے اور زیادہ تباہ کن ہو گا۔۔۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ

ای تا دیں۔ فرحت مسہ بنا۔

"آپ لوگ بہت جھلائے ہوئے ہیں۔ میرا خیال ہے۔ آرام یہ کیسے ہو سکا ہے۔ کوئی نہیں اٹھ رہا۔ کیا تم لوگ لفافوں کریں۔ نیند آپ کی جھلاہٹ کو کم کر دے گی۔ صبح جب انہیں لیں ہو۔ لیکن میرا ایک آدمی تمام رات فی وی سکرین پر نظریں کے۔ تو پچھے کرنے کے لیے دماغ حاضر ہو گا۔"

"مشورہ معقول ہے۔ اُو بھی سوچیں۔ بستر کم ہیں۔ ہر بستر سے قیس نکال۔ پھر یہ کیسے ملکن ہے کہ تم بستر کے اندر ہی دو دو آدمی سو جائیں۔ ہلکہ تین تین بھی سو سکتے ہیں۔"

سب اٹھے اور اپنے اپنے کمروں میں گھس گئے۔ تھوڑی در بھی ہاہر جانے کے لیے کمرے کے دروازے کھولنا ہوں گے۔ بعد پورے گھر پر موت کا سانا طاری ہو گیا تھا اور سب کے سب بستروں دروازہ کھولنا ہو گا۔ لیکن تمام دروازے جوں کے توں بند رہے میں دبک پچھے تھے۔ موسم بھی سردی کا تھا۔ اس لیے سب نے ناف اور پر لے لئے تھے۔ بلب بھی اب صرف زیرو کے جل رہے تھے۔

اور پھر دن نکل آیا۔ ان کے کمروں کے دروازے جوں کے توں بند رہے تھے۔ ایسے میں گھر کے اندر رانور کی آواز گوئی۔

"ارے بھی۔ کب تک خواب خرگوش کے ہر سے لیتے رہے۔ اب کیا تم لوگوں کو اخہا بھی نہیں پڑے گا۔ اب اٹھ جاؤ۔ اور میرے خلاف کوئی پر ڈرامہ بناؤ۔ میں بور ہو رہا ہوں۔ یا کہ بالق سب اختیار ڈال پچکے ہیں۔"

رانور کی بات گھر میں گونج کر رہ گئی۔ لیکن کسی نے اپنا خلاف نہ اتنا۔

"ماں! تم لوگوں کو سانپ سوچنے گیا ہے کیا۔" رانور نے جھلکر

اب بھی کوئی نہ اٹھ

کیا تم لوگ لفافوں کے لیے دماغ حاضر ہو گا۔" "آرام یہ کیسے ہو سکا ہے۔ کوئی نہیں اٹھ رہا۔ کیا تم لوگ لفافوں کریں۔ نیند آپ کی جھلاہٹ کو کم کر دے گی۔ صبح جب انہیں لیں ہو۔ لیکن میرا ایک آدمی تمام رات فی وی سکرین پر نظریں کے۔ تو پچھے کرنے کے لیے دماغ حاضر ہو گا۔"

"مشورہ معقول ہے۔ اُو بھی سوچیں۔ بستر کم ہیں۔ ہر بستر سے قیس نکال۔ پھر یہ کیسے ملکن ہے کہ تم بستر کے اندر ہی دو دو آدمی سو جائیں۔ ہلکہ تین تین بھی سو سکتے ہیں۔"

اب اٹھا کر رانور کا نامہ ادا کیا۔ وہ چلایا۔

"خوار جاؤ اور اپکڑ جیہید کا پورا گھر چھان مارو۔ میں جانتا چاہتا گے۔ اب کیا تم لوگوں کو اخہا بھی نہیں پڑے گا۔ اب اٹھ جاؤ۔

اوہ کس راستے سے فرار ہوئے ہیں۔"

کچھ دیر بعد اپکڑ جیہید کے گھر میں پچھے لوگ داخل ہوئے۔

داخل ہوئے کے لیے انہوں نے پائیں باخ دلا راستا اختیار کیا۔ انہوں نے تمام بستروں سے خلاف اٹا ڈالے۔ ان کے منہ کھلے کلے وہ گھٹے۔ کسی بستر پر کوئی نہیں تھا۔ لفافوں کے پیچے ٹکری رکھ

دیے گئے تھے۔

”سر... یہاں کوئی نہیں ہے۔“

”اور دروازے۔“

”تمام دروازے اندر سے بند ہیں۔ مطلب یہ کہ ان وہ تیز تیز چلا ہوا اپنے ماحتوں کے پاس سے گزرا اور اس سے ایک بھی نہ تو بترے لگتا۔ نہ کسی نے کوئی دروازہ کھولا۔ اربے میں داخل ہو گیا۔ جس میں ان تینوں کے بستر تھے۔ رانور نے بستروں کا جائزہ لیا۔ مگر کچھ معلوم نہ کر سکا۔ اس کی انگوں میں بے تحاشا حیرت در آئی۔

○☆○

”ہاں سر... یہ بالکل ممکن نہیں۔ لیکن ایسا ہے۔“

”حیرت۔ حیرت۔ اور حیرت۔“ - رانور چلا اٹھا۔

”اب ہمارے لئے کیا حکم ہے سر۔“

”ویں ٹھوسوں آ رہا ہوں۔“

”تی۔ آپ خود آئیں گے۔“ ایک ماتحت نے حیرت نہ کر سکا۔

”ہاں! آنا ہو گا۔ اس لئے کہ یہ تو دکھا پڑے گا۔“

کس طرح ہو گئے۔

”جیسے آپ کی مرضی۔“ ماتحت نے کما اور رانور کی آواز بند کی۔

آدم گھنٹے بعد صدر دروازے پر دستک ہوئی۔ رانور کے ہم نے دروازہ کھول دیا۔ رانور اندر داخل ہوا۔ اس کا چڑہ سارا

لی سفید تھا۔

بال پر شان تھے۔ منہ کھلا ہوا تھا۔

آنکھوں میں دھشت ہی دھشت تھی۔

ناخوش گوار ترین کام

”اور وہ کیا سر؟“ ایک اور ماتحت نے کہا۔

”رات جس آدمی کی ڈیوبٹی تھی... یا تو اس نے غداری کی
ہے۔ یا پھر وہ سو گیا تھا۔“

”لیکن سر... اگر وہ سو گیا تھا تو اس بات کا پاہا انہیں کیسے چل
سکتے؟“

”میں نے اپنی زندگی میں اتنی بڑی بحکمت بھی نہیں کھائی۔ پرانا تھا... ہاں غداری کی بات پر غور کیا جاسکتا ہے۔“

”پھر بحکمت ہے اور اگر ہم یہ نہ جان سکے کہ وہ کس راستے سے فراز اور چلیں۔ ابھی اس سے پوچھ لیتے ہیں۔“

”ہوئے ہیں تو یہ دوسرویں ٹکلت ہو گی۔“ اس کی سرد آواز گونجی۔
”وہ واپس اپنے ٹھکانے پر پہنچے۔ رات کی ڈیوبٹی والے ماتحت کو
”ہم پورے مکان کا جائزہ لے چکے ہیں۔ لیکن ابھی تک کلم رانور کے سامنے کھڑا کیا گیا۔ اس کا چڑھا آگ کی طرح سرخ نظر
ابدازہ نہیں لگا سکے۔“

”میں زشن کھا گئی۔ آسمان نگل گیا۔ آخر وہ کہاں ہے
گئے۔ میں پاگل ہو جاؤں گا۔“

”سر... آپ حوصلہ رکھیں۔“ ایک ماتحت نے کہا۔

”اس کے مت ایک زبردست طمانجہ لگ۔“

”میں اور حوصلہ کھو دوں گا۔ بے وقوف۔“ وہ چلا کر بولا۔

”ماتحت اس طرح سُم گیا جیسے موت کو دیکھ لیا ہو۔ پھر رانور
نے ایک ایک کمرے کا اور ایک ایک بستر کا بیخور جائزہ لیا۔ دروانہ ہے۔“
”غلطی تمہاری واقعی نہیں ہے۔ لیکن غداری تو تمہاری ہے۔“

”اس کا صرف اور صرف ایک مطلب ہی رکتا ہے۔“ آخر رانور۔

"تی... کیا فرمایا۔ خداری میں اور غداری میں بہت کامیاب جا رہا تھا۔ اور اس ملک کا میں ناٹھقہ بند کر رہے ہیں؟"

"ہاں! تم نے رات کے وقت انسیں اشارہ دوا کہ میں لیں۔ لیکن ان لوگوں نے میرے سارے منصوبے کو چھپت کر دیا۔ یعنی آلات والے کمرے میں نہیں ہو۔ لذا وہ لوگ، "لیکن سب ان لوگوں کے ہاتھ ہو جانے سے آپ کو کیا فرق چاہیں کر سکتے ہیں۔ چنانچہ وہ لمحوں میں سے حکم رکھ کر نکل۔" یہ حکومت تو اب بھی آپ کے اشاروں پر ناچ گی۔"

"اور دروازے سب کیا دروازے اندر سے کھولے بغیر۔ اس ماتحت کے گال پر بھی ایک زوردار طناب چڑھا گا۔" کہے۔

"بے وقف۔ تم یہی تو نہیں جانتے۔ پہلے اپنکے جشید اور

راٹور ساکت رہ گیا۔ اس کا دامغ گھوم گیا۔ اس نے جیسا کہ تمام ساتھی میری نظروں میں تھے۔ میں نہیں جانتا۔ وہ کہاں کہا۔

"میں پھر دہاں جاؤں گا۔ اور سراغ نگاؤں گا۔ کہ وہ کیسے فلن بھی۔ ان کے جال میں پھنس سکتا ہوں۔ لہذا اس سے پہلے میں کہے۔ تم نے کوئی خداری میں کی۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے تمہیں سے جا رہا ہوں۔ میں اس منصوبے میں اپنی ناکامی کا اعلان کر رہا تھا کیا۔"

"کوئی بات نہیں۔ یہ بھی میرے لیے بہت ہے کہ آپ "حیرت ہے۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ آپ اتنا بڑا فیصلہ نکل دو رہو گیا۔"

"اچھا خیر۔" راٹور نے کندھے اپکائے۔

اس نے اپنے ماتحتوں کو ساتھ لیا اور پھر اپنکے جشید کے گھر تھے۔ انسیں میں جانتا ہوں۔ اپنال جانتا ہے۔ جیزال جانتا ہے۔ پہنچا۔۔۔ گھر جوں کا توں پڑا تھا۔ اس نے پھر ایک ایک چیز کو دیکھا۔۔۔ آنکھے لی کاف۔۔۔ جی موف۔۔۔ سی موں اور سلاڑ جیسے مجرم جانتے ایک گھنٹے بعد اس نے اعلان کیا۔

"میں اپنی دوسری بڑی لفکت تسلیم کرتا ہوں۔۔۔ ملکی سماں کا رام نہیں۔۔۔ میں جا رہا ہوں۔۔۔ تم اس ملک میں پہلے جن جگہوں پر

تھے۔ دہاں لوٹ جاؤ۔ انشارچ کی طرف سے تمیس پولیس
جائیں گی۔"

ماتحت حرمت نہ رہ گئے۔ دنیا کے خوفناک ترین اور قیمتی
ترین۔۔۔ پھلاڑہ انسان کو وہ خوف نہ رکھ رہے تھے۔ یہ ان کی زندگی
کا بھی حرمت اگلیز ترین دن تھا۔۔۔ اور پھر رانور ان کے دیکھتے ہی رکھے
دہاں سے چلا گیا۔۔۔ پھر وہ بھی دہاں سے باہر نکل آئے۔ اور وہ کہا
کیا کہتے تھے۔

وہ اس غارت میں پہنچے۔ جس کو رانور نے اپنا ہیڈ کوارٹر بنا
تھا اور جس میں آلات نصب تھے۔ جوئی وہ اندر داخل ہوئے
وہک سے رہ گئے۔ رانور دہاں موجود تھا اور اس کے چھوپے پر الجہاد
پر اسرار مکراہت تھی۔

"یہ کیا سر۔۔۔ آپ اب تک یہیں ہیں۔"

"تو اور کیا۔۔۔ تم یہ سمجھ رہے تھے۔۔۔ میں جا چکا ہوں۔"

"آپ نے یہی تو کہا تھا۔"

"وہ تو میں نے اپنی سنانے کے لئے کہا تھا۔۔۔ رانور مکر لیا۔

"لیکن سر۔۔۔ وہ تو دہاں تھے ہی نہیں۔۔۔ آپ کے الفاظ دہاں
من سکتے تھے۔

"وہ اتنے بچے نہیں ہیں۔۔۔ وہ جماں بھی تھے۔۔۔ میرے الفاظ دہاں
تک پہنچ رہے تھے۔"

"اس کا مطلب ہے۔۔۔ آپ انہیں اس خوش فہمی میں جلا کر
آئے ہیں کہ آپ اس ملک سے جا رہے ہیں۔۔۔ اس طرح وہ جماں بھی
چھپے ہوئے ہیں، پھر سے نکل کر سامنے آ جائیں گے۔"

"ہاں جب تک وہ چھپے ہوئے ہیں۔۔۔ میرے لئے حد درجے
خطرناک ہیں۔۔۔ سامنے ہیں تو میں انہیں اڑا کر رکھ دوں گا۔"

"اور اگر وہ اب بھی سامنے نہ آئے تو؟"

"اس صورت میں مجھے بھی عائب ہونا پڑے گا۔"

"لیکن آپ کو عائب ہونے کی ضرورت نہیں۔۔۔ آپ صرف اتنا
کریں کہ دفتر خارجہ اڑائے کی دھمکی پر ستور جاری رکھیں اور مطالبہ یہ
کریں کہ اپنے جیشید پارٹی خود کو آپ کے حوالے کرو۔۔۔ ماتحت
نے کہا۔

"اوہ بہت خوب! اس طرح تو انہیں پھر سے سامنے آنا پڑے
گا۔۔۔ ملکہ خود کو ہمارے حوالے کرنا ہو گا۔۔۔ وہ مزا آگیا۔۔۔ آج عمل
میں مجھ سے میرا ایک ماتحت پڑھ گیا۔۔۔ تمیں اس کا انعام ضرور ملے
گا۔۔۔ رانور نے خوش ہو کر کہا۔

"تن نہیں سر۔۔۔ مجھے کوئی انعام و نعام نہیں چاہیے۔۔۔ یہ جملہ
تو سوچے کچھے بغیر میرے منہ سے نکل گیا۔"

"لیکن انعام تو تمیں مل کر رہے گا۔۔۔ لیکن تم ذردو نہیں۔۔۔
میں واقعی انعام کی بات کر رہا ہوں۔۔۔ سزا کی نہیں۔"

”اس میں تھک نہیں کہ اس وقت انپکٹر جشید اور انپکٹر کامران
مرزا مجھے جل دینے میں کامیاب ہو گئے..... لیکن میرے ہاتھ میں اب
بھی یہت سے تمہریں..... ان میں صرف ایک تبرچا رہا ہوں۔“
”کیا مطلب؟“

”انپکٹر جشید اور ان کے سب ساتھی آپ میرے حوالے کر
دیں۔ اس صورت میں آپ کے ملک میں امن قائم ہو جائے گا۔
ورنہ سب سے پہلے دفتر خارجہ کی عمارت بھک سے اڑے گی.... اس
کے بعد دوسری عمارت کی پاری آئے گی.... میرے آؤی دوسری
umarat میں ہم چھپائے کام پہلے ہی شروع کر چکے ہیں.... دفتر خارجہ
میں تو یہت پہلے ہم رکھے جا چکے ہیں۔ میں آپ کو صرف دو گھنٹے دجا
ہوں۔“

”ایک منٹ۔ مجھے واقعی معلوم نہیں کہ انپکٹر جشید کماں
ہیں۔“

”آپ اعلان کروں۔۔۔ ٹی وی اور ریڈیو پر۔۔۔ وہ خصور اعلان
سن لیں گے۔ اس کے علاوہ میں کوئی اور بات نہیں مانوں گا۔ آپ
نے سن لیا۔“

”ہاں سن لیا۔۔۔ میں ابھی اعلان نشر کروا رہا ہوں۔۔۔ اور انپکٹر
جشید اور ان کے ساتھی اتنے بے حس نہیں کہ اپنے آپ کو بچانے
کے لیے پورے ملک کو مصیبت میں ڈال دیں۔“

”ہم۔۔۔ میں خوف محسوس کر رہا ہوں۔“

”یہ لوے میں اپنی گھری تھیں العام میں دے رہا ہوں۔۔۔ یہ نہ
سمحتا کہ یہ محمول العام ہے۔۔۔ تم اس گھری کی قیمت کے بارے میں
اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔۔۔“

”شش۔۔۔ شکریہ۔۔۔ اس نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔
”عد ہو گئی۔۔۔ ابھی تک ڈر رہے ہو۔۔۔ بھی تم نے کوئی غلطی
نہیں کی۔۔۔ ہاں مجھے ایک راستا ضرور بھایا ہے۔۔۔ ورنہ میں تو غائب
ہونے لگا تھا۔۔۔ لیکن اب میں یہاں ڈٹ کر رہوں گا۔۔۔ یہ گھری تمara
انعام ہے۔۔۔ اور بس۔۔۔ اب میرا وقت نہ خلائق کرنا۔“

یہ کہ کہ اس نے گھری اس کی طرف اچھال دی۔۔۔ گھری کچھ
کرتے وقت بھی وہ بری طرح لرا۔۔۔ لیکن جب گھری اس کے ہاتھ
میں آئے کے بعد بھی نہ پہنچی تو اسے ذرا سکون ہوا۔۔۔ اوہر رانور نے
صدر کے نمبر طائی۔۔۔ سلسلہ طی پر اس نے سرد آواز میں کہا۔

”رانور بات کر رہا ہوں۔۔۔ فوری طور پر صدر سے بات کرائی
جائے۔۔۔“

”اوے کے۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

پھر ایک منٹ بعد صدر کی آواز سنائی دی۔

”رانور بات کر رہا ہوں صدر صاحب۔“

”اچھا۔۔۔ کئے۔۔۔ اب کیا بات ہے؟“

"بس صحیح ہے۔"

"لیکن میری ایک درخواست ہے۔" ایسے میں صدر نے کہا۔

"اور وہ کیا؟"

"وہ کھٹے وقت بہت کم ہے۔ آپ اس میں کچھ تو اضافہ کریں۔"

"آپ کا مطلب ہے۔ آپ کا اعلان سننے میں انہیں دیر ہو۔ نہ خراب کرو۔ اعلان کے الفاظ یہ ہتھے ہے۔"

"ہاں! ہو سکتا ہے۔ وہ شر سے کہیں باہر موجود ہوں۔ لیکن حالت میں ٹھی وی اور ریڈیو کا اعلان وہ نہیں سن سکتیں گے۔"

"چھی بات ہے۔ میں کل اس وقت تک کا وقت دیتا ہوں۔" راثور نے فوراً کہا۔

"سمت بہت طیکری۔ یہ آپ نے کی ہے کام کی بات۔ اس وقت تک ہم ان شاء اللہ انہیں ڈھونڈ لیں گے۔"

"لیکن۔ لیکن میں اس سے زیاد محت میں دوں گا۔ پہاڑ پر دفتر خارجہ کی عمارت اڑ جائے گی۔ اور دوسرے مرطے پر۔ مگر نہیں۔ میں نہیں بتاؤں گا کہ دوسری عمارت کون سی ہو گی۔ بہر حال کل تک میرے آدمی کئی عمارتیں میں بھم نصب کر چکے ہوں گے۔ کیونکہ آپ کے ہر دفتر میں اشارجہ کے لیجٹس موجود ہیں۔ مثلاً ان کے ذریعے آسانی سے کام لے سکتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ ضرور ایسا کر سکتے ہیں۔ میں جانتا ہوں۔"

لیکن آپ ہمیں چوہیں کھٹے کی محت میں دے چکے ہیں۔"

"وہ طے ہے۔ میں اس سے پہلے کچھ نہیں کروں گا۔"

اور پھر فون بند ہو گیا۔ صدر صاحب نے اسی وقت ریڈیو اور

ل ولی حکام کو پدالیات دے ڈالیں۔ انہوں نے اسی وقت اعلان نشر کرنا

خواجہ کرو۔ اعلان کے الفاظ یہ ہتھے ہے۔"

"اپکی چیزید اور اپکی کامران مرزا۔ آپ سب لوگ جماں

کہیں بھی ہیں۔ فوراً ایو ان صدر آ جائیں۔ کیونکہ آپ کو

راثور کے حوالے کرنا ہے۔ اس نے چوہیں کھٹے کی محت

وی ہے، اگر چوہیں کھٹے کے اندر آپ لوگوں کو اس کے

حوالے نہ کیا گیا۔ تو وہ سب سے پہلے دفتر خارجہ کی عمارت

کو بھوں سے اڑا دے گا۔ دوسرے مرطے پر اور عمارتوں کی

باری آئے گی۔ اس طرح ملک کا بے تحاشا نقصان ہو گا۔۔۔

لہذا بہتر ہو گا کہ اس کی ہدایت پر فوراً عمل کر لیا جائے۔

اگر آپ لوگوں نے خود کو راثور کے حوالے نہ کیا تو پھر پوری

قوم آپ سے غرفت کرنے لگے گی۔"

یہ اعلان پار پار نشر کیا جائے لگا۔ آخر آٹھو کھٹے بعد صدر

سائب کے فون کی سمجھتی بھی۔ انہیں بتایا گیا کہ اپکی چیزید ان سے

لت کرنا چاہئے ہیں۔ انہوں نے فوراً رسیور اٹھایا۔

”جشید! تم کہاں ہو؟“

”تم لوگ زیادہ دور نہیں ہیں۔“

”خدا کا شکر ہے۔ اعلان تم سے چکے ہو گے۔“

”لیں سر۔“ دوسری طرف سے جواب ملا۔

”تو پھر... اب کیا پروگرام ہے؟“

”ٹھیک چوہیں کھنٹے گزرنے پر ہم دبائیں گے۔ جہاں راہوں
چاہے گا۔“

”اوہ! یہ اس نے نہیں بتایا کہ وہ تم لوگوں کو کہاں چاہتا ہے۔“

”ٹھیک ہے... اب جب وہ رابطہ کرے، اس سے پوچھ لیں۔
کچھ دیر بعد ہم بھی آپ کو فون کریں گے۔“

”لیکن جشید... تم لوگ میرے پاس ہی کیوں نہیں آ جاتے۔
تاکہ جب اس کا فون آئے تو میں ہتا سکوں کہ تم لوگ میرے پاس
چکے ہو۔“

”ایک ہی بات ہے۔ اس نے ہو مصلحت دی ہے۔۔۔ ہم ان
مصلحت سکتے تو اپنے ٹھکانے پر رہ سکتے ہیں تا۔“

”جیسے تم ساری مرضی... مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں۔“
اور فون بند کر دیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد صدر صاحب کو راہوں
فون ملا۔

”کیوں جتاب! ان کی طرف سے ابھی تک کوئی اطلاع نہیں
تھا۔“

”نس۔“

”میں چکر ہے۔ ٹھیک چوہیں کھنٹے پورے ہوئے پر وہ اس جگہ
بنج جائیں گے۔ جہاں آپ چاہتے ہیں۔“

”لیکن فوراً کیوں نہیں۔“ اس نے جلا کر کہا۔
”ان کا کہنا ہے۔ جب آپ چوہیں کھنٹے کی مصلحت دے پچے
ہیں تو وہ پسلے کیوں آپ کے قبضے میں چلے جائیں۔“

”خیر نہیں۔ یونہی سی۔ انہیں ٹھیک چوہیں کھنٹے بعد اسی پتھر کی
مارت کے سامنے ہوتا چاہیے۔ جس مارت میں ان کے پچھوں کو قید
کیا گیا تھا۔ اور جس قید سے آپ لوگ انہیں چھڑا نہیں سکتے تھے۔“
اس نے پس کر کہا۔

”اوہ اچھا۔۔۔ اب ان کا فون آئے گا تو میں ہتا دوں گا اور وہ دبائیں
میں وقت پر بنج جائیں گے۔۔۔ وقت کے وہ پابند ہیں۔۔۔ یہ آپ جانتے
ہی ہوں گے۔“

”مجھ سے زیادہ شاید یہ بات جراہ اور ابتکال کرنے ہوں گے
کیونکہ میں ان کے مقابلہ پر نیا آیا ہوں۔۔۔ اور اس بار تو جراہ اور
ابتکال کو بھیجا ہی نہیں گیا۔۔۔ اس لئے کہ ان سب کے لئے میں اکیلا
کافی ہوں۔۔۔ بلکہ تم لوگوں کے پورے ملک کے لئے میں اکیلا ہی کافی
ہوں۔۔۔ اب دیکھ لیں۔۔۔ آپ سب میرے اشاروں پر ناج رہے ہیں یا
نس۔“

"الله مالک ہے۔" صدر صاحب نے سرو آہ بھری۔
راٹور نے ہس کر فون رکھ دیا۔ کچھ دیر بعد پھر اسپکٹر جشید کا
فون اپنیں طا۔

"کیا رہا سر؟"

"تم لوگوں کو اس پتھر کی عمارت کے سامنے پہنچا ہے۔"

"اوہ اچھا..... تھیک ہے سر۔" وہ بولے

"تم لوگ پہنچ جاؤ گے تا۔"

"بالکل پہنچ جائیں گے۔ آپ گلرنہ کریں۔"

"مکریہ جشید۔ تم لوگ واقعی محب وطن ہو۔ مجھے انہوں
ہے۔ میں اپنے ملک کے سب سے قیمتی لوگوں کی وقت کے سب سے
بڑے خطرناک شخص کے حوالے کر رہا ہوں۔"

"آپ ہمارے لیے پریشان نہ ہوں سر۔" دوسری طرف سے کہا
گیا اور پھر فون بند ہو گیا۔

صدر صاحب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور پھر وہ یا قاعدہ
روئے گئے۔ آس پاس جو لوگ موجود تھے وہ گھبرا گئے۔

"کیا ہوا سر۔ خیر تھے۔ آپ رونے کیوں گئے؟"

"میں نے اپنی زندگی کا ناخوش گوار ترین کام کیا ہے۔"

انہوں نے کما اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ میں اس لئے
انہیں ایک زوردار خیال آیا۔ وہ روتے روتے اچھل پڑے۔

○☆○

آواز دو کھاں ہو

ٹھیک چوبیس سکنے بعد وہ عمارت کے سامنے موجود تھے۔ اسی
ن راٹور کی آواز بھری۔

"خوش آمدی۔ آخر آپ آئی گئے۔ بھی بھی بات یہ ہے۔۔۔
ب آپ غائب ہو گئے تھے تا تو میں ہست پریشان ہو گیا تھا۔۔۔ آپ کا
ب ہوتا۔۔۔ میں اپنے لئے خلرے کی بات خیال کرتا ہوں۔۔۔ اور جب
ب سامنے ہوں تو مجھے آپ لوگوں سے کوئی خطرہ محسوس نہیں ہوتا۔۔۔
مارت حاضر ہے۔۔۔ آپ اس میں تشریف لا سکتے ہیں۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس میں ایک دروازہ نمودار ہو گیا۔۔۔ یہ
دروازہ میں اس جگہ نمودار ہوا تھا جہاں خان رحمان اور پروفیسر راؤ نے
کی بھلک دیکھی تھی۔۔۔ انہوں نے ایک دوسرے کی طرف رکھا اور
اسپکٹر جشید کی آواز بھری۔

"لیکن کیا مزا۔ آپ خود تو اس عمارت میں ہوں گے نہیں۔"

"میں آس پاس ہی ہوں۔۔۔ گلرنہ کریں۔"

"میں چاہتا تھا۔۔۔ آپ بھی ہمارے ساتھ اس عمارت میں موجود ہو۔

ہوں"۔

"فی الحال یہ ممکن نہیں ہاں پہلے آپ اندر چلیں پھر کیا وہ دیال بست دن گزار سکتے تھے لیکن فوراً ہی اپنی احساس ہوا کہ وہ رانور کے قیدی ہیں تو لگا ان کا دم کھٹے بھی آ جاؤں گا"۔

پار انتظام تھا.... کھانے پینے کے لیے خوراک کے ڈبے موجود تھے

گیا وہ دیال بست دن گزار سکتے تھے لیکن فوراً ہی اپنی احساس ہوا کہ وہ رانور کے قیدی ہیں تو لگا ان کا دم کھٹے

"اب کیا ہو گا.... ہم تو یہاں قید ہو کر رہ گئے"۔ رفت نے کامی آواز میں کہا۔

کریں"۔

"اور ہم کرتے بھی کیا؟"

"تو یوں کوئا نہ مرتے کیا نہ کرتے"۔ فرحت پولی۔

"تمیں ایسے میں محاورات سوچدے رہے ہیں"۔ فرزانہ تپ

تک آنے سے بھی انکار کر سکتے تھے۔ آپ تو خود آئے ہیں۔ اُنھیں جب آپ یہاں تک خود آئے ہیں تو آپ کو اندر بھی خود داخل، سوچیں۔ ہم الٹا محاورات کو سوچدے جائیں"۔ فرحت مکرائی۔ پڑے گا"۔

"ہمیں ہائیں۔ ہمیں ہائیں۔ فرحت۔ تم ان حالات میں مکرا بھی سکتے ہو"۔

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ پھر انپکڑ کامی

مرزا کی آواز ابھری۔

"لمحیک ہے ہم مجبور ہیں ہم اندر داخل ہو رہے ہیں"۔

اور پھر وہ اس عمارت میں داخل ہو گئے۔ دروازہ بند ہو گیا۔ لہذا مکرا بھی چاہیے"۔

اندر یا قاعدہ عمارت نظر آئی۔ کرے تھے۔ صحن تھا۔ ہر چیز قلم

ایکن آسمان نظر نہیں آتا تھا۔ اور سے بالکل بند تھی۔ اور کہیں لیکن

سوراخ ضرور موجود تھا۔ لیکن اس سوراخ سے بھی کوئی روشن لامبی بیوں کو بھی مکرا نا پڑ گیا۔

"یہ مکرا بھی تم لوگوں کی جنینلاہت کی نشانی ہے"۔ رانور کی

آواز ابھری۔

”آپ زندگی ہم پر جلاہٹ طاری کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اب لادات میں بم کس طرح نصب کر لیتے ہیں۔“
ہو گا نہیں۔ یہاں ہمارا موڑ خونگواری رہے گا۔“

”مجھے کیا ضرورت ہے۔۔۔ جلاہٹ میں جلا کرنے کے۔۔۔ ار
کام کے لئے یہ عمارت ہی کافی ہے۔۔۔ چند دن یہاں گزریں گے تو آپ
میں سے ہر ایک جنبہلا جائے گا۔“

”چند دن بعد دیکھیں گے۔۔۔ اس وقت کیا کہا جا سکتا ہے۔“

”ویسے میں ایک بات پر اب تک حیران ہوں۔۔۔ مہماں فراہر
میری حرمت دور کر دیں۔“

”کون سی حرمت دور کر دیں۔۔۔ پسلے آپ یہ بتائیں۔“۔ محمود پہل

”آپ لوگ اپنے گھر میں بستروں پر لیٹ کے تھے۔۔۔ میں نے ز

دی سکرین پر خود آپ لوگوں کو سوتا دیکھا تھا۔۔۔ میرا ماتحت بھی خلاط نہیں
ہوا۔۔۔ بس میں ان سے رابطہ کرتا ہوں۔۔۔ اور بم اندر پہنچا دیتا
کتا۔۔۔ اس نے تمام رات سکرین پر نظرس جانے رکھیں۔۔۔ ہم لوگ
دعوے سے یہ بات کہتے ہیں کہ آپ لوگ تمام رات بستروں سے نہیں
لگتے۔۔۔ پھر آخر آپ غائب کیے ہو گئے تھے۔۔۔ جب کہ کروں کے

دربازے تک اندر سے بند رہے۔۔۔ اور آپ بستروں سے غائب ہو
گئے۔۔۔ یہ میری زندگی کا ایک انوکھا واقعہ ہے۔۔۔“ اس
لیکنہ یہاں سے تم اپنے ملک کے صدر کو پیغام نہیں دے سکتے۔۔۔“

”ہم یہ راز بتا سکتے ہیں۔۔۔ لیکن ہماری بھی ایک شرط ہے۔“

”اور وہ کیا؟“

”کیوں! پیغام کیوں نہیں دے سکتے۔۔۔ ہمارے پاس ایسے آلات

”آپ اس قدر آسانی سے ہمارے ملک کے دارالحکومت کی

”اوہ یہ۔۔۔ یہ کام میرے لئے بہت آسان ہے۔“
”پہا بھی تو چل۔۔۔ آخر کیسے؟“

”اگر میں نے یہ بتا دیا تو پھر آپ کو بستروں سے غائب ہونے والا
راہ ہتا دیں گے۔“

”ہاں بالکل۔۔۔ ہم وعدہ کرتے ہیں۔“

”اچھی بات ہے۔۔۔ تو پھر شیش۔۔۔ میں نے صرف ان عمارت
لیں بم رکھوائے ہیں۔۔۔ جن عمارتیں میں اشارجہ کے انجمن پسلے سے

”کون سی حرمت دور کر دیں۔۔۔ ان انجمنوں کی پوری فہرست۔۔۔ یعنی تمام معلومات سیاست
وجود ہیں۔۔۔ ان انجمنوں کی پوری فہرست۔۔۔ یعنی تمام معلومات سیاست
میری حرمت دور کر دیں۔“

”آپ لوگ اپنے گھر میں بستروں پر لیٹ کے تھے۔۔۔ میں نے ز
دی سکرین پر خود آپ لوگوں کو سوتا دیکھا تھا۔۔۔ میرا ماتحت بھی خلاط نہیں
ہوا۔۔۔ بس میں ان سے رابطہ کرتا ہوں۔۔۔ اور بم اندر پہنچا دیتا
کتا۔۔۔ اس نے تمام رات سکرین پر نظرس جانے رکھیں۔۔۔ ہم لوگ
لگتے۔۔۔ یہ فہرست ایسے لوگوں کی کی ہے۔۔۔ جن کی آتے جاتے خلاشی
دیکھنے کی وجہ سے یہ بات کہتے ہیں کہ آپ لوگ تمام رات بستروں سے نہیں

”اس وقت تک کس کس عمارت میں بم رکھے جا چکے ہیں۔“

”ہاں! تم لوگوں کو یہ بات بتانے میں اب کوئی حرج نہیں۔۔۔
لیکنہ یہاں سے تم اپنے ملک کے صدر کو پیغام دے سکتے۔۔۔“ اس

لئے اس کر کمل۔۔۔

”کیوں! پیغام کیوں نہیں دے سکتے۔۔۔ ہمارے پاس ایسے آلات

ہیں.... جن کے ذریعے ہم پیغامات دے سکیں۔

"گوئی آله اس عمارت سے باہر اپنی لمحہ نہیں نکال سکتا۔"

"اوہ!" ان کے مذہ سے لگا۔

"لہذا میں تباہ کتا ہوں۔ دفتر خارجہ کے علاوہ اس وقت تک میں دفتر داخلہ' میں وی شیش، ریڈ یو شیش اور اسیلی ہاں میں بھی نصب کروچکا ہوں۔"

"اف مالک... یہ تمام اہم عمارتیں ہیں۔"

"اسی لئے تو کتنا ہوں۔ آپ لوگ صرف اور صرف میرا عم مانیں۔ درجنہ آپ کے ملک کا ستیناں ہو جائے گا۔ مرحد پر سے فوجیں آپ پسلے ہی ہٹا چکے ہیں۔ سونے کا جہاز بھی میرے حوالے کر چکے ہیں۔ اہم عمارتیں اس وقت میری زد پر ہیں۔ آپ لوگوں کے پاس بچا کیا ہے۔ یہاں تاں تھا آپ لوگوں کا۔ جو حال چیزے لوگ آپ لوگوں کی تعریفیں کرتے نہیں ہوتے۔ لیکن میرے مقابلے میں آکر آپ لوگوں کو کیا بتائے۔ آپ کس کام کے نہ گئے۔ بالکل ناکارہ ثابت ہو گئے۔ دست تیرے کی۔"

"ہائیں مسٹر انور... یہ آپ نے کیا کہا۔" محمود یو سکھا اخلاق۔

"دست تیرے کی کہا ہے اور کیا کہا ہے۔"

"کیا آپ کو معلوم ہے۔ یہ میرا تجھے کام ہے۔"

"ہو گا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی دوسرا ان الفاظ کو بول

ہیں سکتا۔"

"ضرور بول سکتا ہے۔ ضرور بولیں۔ بلکہ دن رات دست کی دست تیرے کی کما کریں۔" محمود نے تمثیلے ہوئے لمحے

لہذا "دست جعلتے ہوئے ہو۔"

"مسٹر انور۔ آپ میری ایک بات کا جواب دیں۔ اب جب آپ سب مقاصد حاصل کر چکے ہیں۔ اب آپ اور کیا چاہیے

"جب تک تم لوگ میرے قابو میں ہو۔ اس وقت تک میں۔ ملک کا صدر سرحدوں پر پھر سے فوجیں نہیں نگائے گا۔ اس قید میں رکھنا میرے لئے ضروری ہے۔ دوسرے یہ کہ اس تک میں تم کوئی اختیاری کارروائی بھی نہیں کر سکو گے۔"

"یہ تو پھر لمبا پروگرام ہو گیا۔"

"خیس۔ اتنا لمبا بھی نہیں۔ جب تک اس عمارت میں دست کے ڈبے موجود ہیں۔ میں اس وقت تک جتنا لمبا ہے۔ اس پروگرام ختم۔" دھن۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اوہر خوارک ختم ہو گی۔ اوہر تم بھوکوں مرنے لگے۔ آخر کب تک بھوکے زندہ رہ سکو گے۔ آخر مر جاؤ گے۔"

اس دوران آپ کے ملک کے لوگ بھی آپ کے لئے کچھ نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ نہ وہ اس عمارت کا دروازہ کھول سکتے ہیں اور ن کوئی سوراخ کر سکتے ہیں۔ آپ کو سرانح کرنے کا انعام معلوم ہے۔

”آخر یہ عمارت آپ نے کب بنوائی۔ اور کیسے بن گئی؟“

”اس چنان کی امداد سے کھدائی کی گئی۔ آلات کے ذریعے اب کرنا کچھ مشکل نہیں تھا۔ اس غرض کے لئے میرے آدمی یہاں تھے۔ وہ بہترین انجینئر ہیں۔ اور بہترین سائنس دان۔ ان سے لیا گیا۔“

”گویا آپ پہلے سے منصوبہ بندی کر کے آئے ہیں۔“

”ہاں! میں جانتا تھا۔ سونے کا جہاز حاصل کرنا اتنا آسان کہ ثابت نہیں ہو گا۔ لہذا ہربات کی پہلے سے منصوبہ بندی کی گئی۔“

”تو پھر اب جیاں اور ابھال کو کیوں ساتھ نہیں لایا گیا۔“

”وہ خود کو فٹ محسوس نہیں کر رہے تھے۔ اس لئے فی الحال اُنہیں نہیں لائے۔ ضرورت ہوتی تو اُنہیں بھی بلا لیں گے۔ اول ا میں ہی تم لوگوں کے لئے کافی ہوں۔“

”آپ تو خیر مقابلے پر آئی نہیں رہے۔ آپ تو چھپے رہم۔ فاطمے پر ہیں۔“

”یہاں سے بہت نزدیک۔ اسی قسم کی ایک چنان میں۔ جس میں سے میں باہر نکلنے کا طریقہ جانتا ہو۔“

”جب سامنے آئے بغیر کام چل رہا ہے تو آکر کیا کروں گا۔“

”راٹور نہیں کر کما۔“

”اچھا اب ہمیں اجازت دیں۔ ہم آرام کرنا چاہتے ہیں۔ بہت تحکم کے ہیں۔ آپ کا بہت بہت شکری۔ آپ نے ہمیں آرام

کے لمحات مہیا کیے۔ آصف جلدی جلدی بولا۔“

”زیادہ چالاک بننے کی کوشش نہ کرو۔“ راٹور نے جلا کر کما۔

”اس میں زیادہ چالاک بننے والی بات کماں سے کوڈ پڑی۔“

”تم نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ بستروں پر لیٹے لئے کس طرح غائب ہو گئے تھے۔“

”اوہ! یہ بات رہ گئی۔ میرا خیال ہے۔ اب بتا دیئے میں کوئی

رجح نہیں۔“ اسکے جشید نے چوک کر کما۔

”نیک ہے۔ بتا دیں۔“ اسکے کامران مکراتے۔

”لیکن اس سے پہلے آپ کو ایک بات اور بتانا ہو گی مسٹر راٹور۔“ ایسے میں فرزانہ کی آواز ابھری۔

”اور وہ کیا؟“

”آپ اس وقت کماں ہیں۔ اس چنان فما عمارت سے کتنے

ہوئے ہیں۔“

”یہاں سے بہت نزدیک۔ اسی قسم کی ایک چنان میں۔ جس میں سے میں باہر نکلنے کا طریقہ جانتا ہو۔“

"اور اگر آپ اس عمارت میں ہوئے تو آپ اس سے بھی باہر نکل سکتے ہیں۔"

"ہاں! کیوں نہیں۔ لیکن تپ لوگ نہیں نکل سکتے گے۔"

"تمہات خوب۔ اب سنئے۔ ہم بستروں میں ہی رہے۔ بستروں سے نہیں کمل تھے۔ جب آپ نے ہمارے گمراہ کر چلا شی لی۔ اس وقت بھی بستروں میں ہی تھے۔ دوبارہ جب آپ نے آکر چلا شی لی۔ اس وقت بھی ہم بستروں میں ہی تھے۔ جس وقت یہاں سے چلے گئے۔ اس وقت ہم بستروں سے لکلے تھے اور اپنے ایک خفیہ ٹھکانے میں پہنچ گئے تھے۔"

"لیکن یہ غلط ہے۔ آپ لوگ بستروں میں نہیں تھے۔ میں اور میرے ساتھی انہی نہیں ہیں۔"

"ہم کہ چکے ہیں۔ ہم بستروں سے نہیں لکلے۔ آپ ہمیں دیکھ نہیں سکتے یہ اور بات ہے۔"

"میں اس بات کو نہیں مانتا۔" رانور نے جلا کر کہا۔

"آپ کی مرضی۔ ہم کیا کر سکتے ہیں۔"

"آپ کو بیٹھانا ہو گا۔ کہ آپ بستروں سے کیسے نکل گے تھے۔"

"ہم نے بتایا ہے۔ ہم نکلے ہی نہیں تھے۔ بستروں میں ہی رہے تھے۔" اپکڑ چشید تیز لمحے میں پولے۔

"یہ غلط ہے۔ میں نے دوبار چیلنج کی۔ اگر آپ بستروں میں

تے تو میں کیوں نہ دیکھ پاتا۔"

"اس میں ہمارا قصور نہیں۔ آپ کی آنکھوں کا قصور ہے۔"

"زیادہ بنتے کی کوشش نہ کریں، اپکڑ چشید۔ آپ نے معاہدہ ابھے۔ میں نے اپنا راز بتایا ہے۔ آپ کو اپنا راز بتانا پڑے گا۔"

"اور ہم بتا چکے ہیں کہ ہم بستروں سے نہیں لکلے۔ اگر یقین ل آتا تو آپ بھی اس کا تجربہ کر کے دیکھ سکتے ہیں۔"

"تجربہ۔ کیا مطلب؟"

"ہاں! یہ خوب رہے گا۔ آپ تجربہ کر کے دیکھ لیں۔" اپکڑ پیدا چونک کر یوں۔

"کیا کتنا چاہتے ہیں؟" اس نے جواب ہو کر کہا۔

"ہم میں سے کسی ایک کو گھر جانے کی اجازت دیں۔ اور اپنے دی کسرے کی سکرین پر نظر جما کر بیٹھے رہیں۔ جب بستروں میں لیٹتے تو یہاں سے کسی کو بھیج دیں۔ اور خود بدستور بستر پر نظر رکھیں۔ آپ کا آدمی چیک کر کے واپس آجائے۔ اس وقت ہمارا ساتھی پ کی آنکھوں کے سامنے بستر سے نکل آئے گا اور آپ اسے بستر نکلتے دیکھ سکتیں گے۔"

"میں یہ تجربہ ضرور کروں گا۔"

"ضرور کیوں نہیں۔ جو نبی دروازہ کھلتے۔ صرف فرزانہ باہر آنے کوئی اور باہر آنے کی کوشش کرے گا تو وہ اپنے انجام کا خود

ذمے دار ہو گا۔"

"ٹھکہ بھی کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھیں۔ آخرہ گھر پہنچ گئیں اور اپنے بستر میں گھس گئیں۔ انہوں نے اچھے اور لحاف تان لیا۔

اس کے پہنچ دیر بعد رانور کا ایک ماتحت اندر داخل ہوا۔ اس نے اس بستر کا لحاف الٹ دیا۔ اس کے نیچے ٹکڑے موجود تھے۔ لیکن نینوں کا کہیں پتا نہ تھا۔ اس نے اوہرا وہ بستر کے نیچے اور باقی کروں میں انہیں تلاش کیا۔ جب نہ مل تو پولہ۔

"سر۔ ان کا کہیں پتا نہیں۔"

"اُنھی بات ہے۔ اب یہ بستر سے نکل کر دکھائیں۔"

"ضرور۔ یہ کیا مشکل ہے۔"

رانور نے فرزانہ کی آواز سنی اور پھر وہ لحاف الٹ کر بستر سے اتر آئیں۔

"حیرت ہے۔ کمال ہے۔ کیا یہ بستر جادو کا ہے۔"

"ہاں مسٹر رانور۔ یہ بستر آپ کے لیے جادو کا ہے۔"

"ایک بار اور یہ کمال دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"اُنھی بات ہے۔ اپنے اس ماتحت سے کہیں کہ کرے سے روکنے والے ہو گئیں۔"

"نکل جاؤ بھی۔"

ماتحت کرے سے نکل گیا۔

"بلکہ بہتر ہو گا کہ فرزانہ کے ساتھ فرحت اور رفت بھی جائیں۔ لیکن ایک بستر میں یہ نینوں یعنی اس طرح آپ لوگ زندگی سے دیکھے گئے کہ نینوں بستر پر ہیں یا نہیں۔"

"مجھے اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں۔"

"مشکری۔ تو پھر وہ کرام پر عمل شروع کریں۔"

"ٹھیک ہے۔ یہ نینوں باہر نکلنے کے لیے تیار ہو جائیں۔"

نینوں اٹھ کر نیزی ہو گئیں۔ اور صحن کے دروازے پر نکل گئیں۔ کیونکہ چنان میں ہو دروازہ نمودار ہوتا تھا۔ وہ صحن کے دروازے کے بالکل سامنے تھا۔ اچانک دروازہ کھلا اور وہ نینوں باہر نکل گئیں۔ اس کے ساتھ ہی دروازہ بند ہو گیا۔ اب وہ نیچے کی طرف پڑیں۔ اوہرا اوہرا اور کئی چنانیں ابھری ہوئی تھیں۔ وہ سجن پر اتر آئیں۔ نہ جانتے۔ ان میں سے کس چنان میں رانور ہے۔ اس پر اس بستر کے لیے کچھ زیادہ ہی شیرخی کیفیر ثابت ہے۔

اب وہ اس جگہ پہنچ گئیں۔ جہاں انہوں نے اپنی گاڑی چھوڑنی تھی۔ گاڑی جوں کی توں کھڑی تھی۔ وہ اس میں بیٹھ کر گھر کی طرف جائے۔

روانہ ہو گئیں۔ ان کے دلخیزی سے کام کر رہے تھے۔ وہ جانی تھیں۔ اگر وہ کوئی بات کریں گی تو رانور ان کی گفتگو سن لے گا۔

"صرف کرے سے نہیں.... گھر سے نکل کر کھڑا ہو جائے ہے۔"

اور پانچ منٹ بعد آئے۔

"گھر سے نکل جاؤ۔ پانچ منٹ بعد آتا۔"

"اوکے سر۔" اس نے کما اور نکل گیا۔

"پانچ منٹ بعد وہ پھر کرے میں داخل ہوا۔ اس نے لذ

اث دیا۔ تینوں بستر پر نہیں تھیں۔

"اب کیا کروں سر۔"

"بستر بالکل اٹ دو۔ نیچے ایک طرف رکھ دو اور خلاب پر

کا جائزہ لے لو۔"

"اوکے سر۔"

ماحت نے پینڈ پر سے بستر اٹھا دیا۔ اور اب اس نے پینڈ

معاشرے کیا، اس میں کہیں کوئی الی جگہ نظر نہ آئی۔ جس میں کوئی

"پنی پچوں کو کہ دیں۔ باہر نکل آئیں۔ اور میرے ساتھی

چھپ جاتا۔

"نہیں سر۔ اسی کوئی جگہ نہیں ہے۔"

"مسٹر رانور۔ ہم آپ کو یہ راز بھی ہٹا سکتے ہیں اور عملی م۔"

فرزانہ کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ اسکری جشید چلائے۔

پر اس کا مظاہرہ بھی کر کے دکھا دیتے ہیں۔ لیکن ہماری ایک شر

"فرزان۔ فرحت۔ رفت۔ آواز دو۔ تم کہاں ہو۔"

ہے۔ اسکری جشید کی آواز ابھری۔

"اور وہ کیا۔" رانور نے فوراً کہا۔

"آپ ہمیں یہ بتا دیں کہ اس چٹان کا دروازہ اندر سے کیسے کھلے۔"

"پاگل ہو گئے ہیں انپکڑ جشید۔ یہ بات بھلا میں کیسے ہٹا سکتا ہوں۔"

"تب ہم بھی یہ نہیں ہٹا سکتے کہ بستر پر لینے کے بعد ہم غائب کس طرح ہو جاتے ہیں۔ جو دکھانے کا معاملہ ہوا تھا۔ وہ دکھا چکے ہیں۔"

"اوہ ہاں! یہ تو ہے۔ لیکن میں چٹان کا راستہ کھولنے کا طریقہ نہیں ہٹا سکتا۔"

"تو میں بستروں میں غائب ہونے کا طریقہ نہیں ہٹا سکتا۔" "نہ ہٹائیں۔ میرے یہ بات کیا کام آئے گی۔ آپ لوگ تو اب میرے قبضے میں ہیں ہی۔"

"ٹھیک ہے۔ کوئی پروا نہیں۔" "پنی پچوں کو کہ دیں۔ باہر نکل آئیں۔ اور میرے ساتھی کے ساتھ اوہر آئیں۔"

"فرزان۔ تم نہ ستر رانور کی ہدایت سنی۔ فرزان۔ جواب

فرزانہ کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ اسکری جشید چلائے۔ "فرزان۔ فرحت۔ رفت۔ آواز دو۔ تم کہاں ہو۔" اسکری جشید چلائے، لیکن اس بار بھی ان کی طرف سے کوئی

جواب نہ ملا۔

دردوم دیکھا۔ بستروں کے بیچے۔ میزوں کے بیچے۔ اس نے ہر
نظر دوڑائی۔ پھر چھٹ پر چڑھ گیا۔ اس نے چھٹ پر نظر
لائل۔ ایک طرف اسے چمنی نظر آئی۔ وہ اس کی طرف لپکا، لیکن
انی تزدیک پہنچا، اس کے سر پر کوئی دنلی چھٹے گی۔ وہ تیوار کر گرا۔
بے میں راثور کی آواز گوئی۔

"مارات۔ تم کمال ہو۔ اس وقت میں جیسیں دیکھ رہا
ہمیں! یہ کیا۔ بھی فرزاد، فرحت۔ رفت۔ تھیں تم بارہ
کرتے ہیں۔" اسکے جشید نے گلستانے کے انداز میں کہا۔

مارات کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ اس ہار راثور کی آواز
لی جھٹتی جھٹت گئی۔

"یلو مارات۔ جواب د۔ تم کمال ہو۔ ہلاکت انسان۔
ہمیں صرف کیروں کی حدود میں رہنا چاہیے تھا۔ اور یہ بات تم اچھی
لمح جانتے ہو کہ کیروں کی حدود کمال کمال ہیں۔"

اب بھی کوئی جواب مارات کی طرف سے نہ ملا۔

"اس کا مطلب ہے۔ کوئی گزیدہ ہو گئی ہے، اسکے جشید۔
اپ اپنی بچوں کو آواز دیں۔"

"کیا فائدہ۔ میں پسلے ہی آواندیں دے چکا ہوں۔ اگر وہ
جواب دینے کی پوزیشن میں ہوتیں تو اب تک جواب دے چکی
ہوتیں۔ اس کا ایک ہی حل ہے۔ ہمارے تین چھوٹے سا قبی وہاں
باکر جائزہ لیں۔"

خوف ہی خوف

"ہمیں! یہ کیا۔ بھی فرزاد، فرحت۔ رفت۔ تھیں تم بارہ
کرتے ہیں۔" اسکے جشید نے گلستانے کے انداز میں کہا۔

"اسکے جشید۔ کیا آپ مذاق کے مود میں ہیں۔" راثور کی
زہری آواز گوئی۔

"ہمیں تو مشر راثور۔ میں تو گلستانے کے مود میں ہوں۔
ویسے یہ سو فیصد حقیقت ہے۔ ان تینوں کی یہ گم شدگی میرے کسی
پروگرام کا حصہ نہیں۔ انہوں نے جو کیا یا جو پروگرام بھی سوچا۔ میں
اس کے بارے میں نہیں جانتا۔"

"مارات۔ ان تینوں کو پورے گھر میں ذیکھو۔ میری نظریں
سکریں پڑیں۔ تم فکر کرنا۔"

"فکر کیسی سرو۔ آپ کے ہوتے ہیں فکر کرنے کی بالکل
ضورت نہیں۔" اس کامارات مسکرا دیا۔

اور پھر اس نے ان تینوں کو پورے گھر میں تلاش کرنا شروع
کیا۔ اس نے ایک ایک کمرہ دیکھ ڈالا۔ حمل خانے دیکھ ڈالے۔

"نہیں۔ میرا ایک ماتحت جا کر حالات کا جائزہ لے گا۔" رامہش بلا سکتا ہوں نا۔ اور آپ سن چکے ہیں، میں نے انسیں آوازیں کی جھلائی ہوئی آوازان کے کاتوں سے کھرائی، ساتھ ہی اس نے کلدیں تھیں۔

"ارون۔ تم فوراً اپنکے جشید کے گمراہ پنچھے اور مجھے ہاتھ پوکرام ہے۔ اس کو ختم کر کے اوہ رواپس آ جائیں۔ اسی میں ان کی بتری ہے۔ ورنہ پھر مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔"

"لیکن تم صرف کیروں کی زد پر رہو گے۔ ایسا نہ ہو۔ میں پھر سے آواز لگا دیتا ہوں۔"

انہوں نے کہا اور بلند آواز میں کہنے لگا۔

"آپ غلرنہ کریں سو۔ میں مارات نہیں ہوں۔ کبھی کبھی ہل سے بالکل پریل ہو جاتا ہے۔"

"ہاں! ایسا میں بھی محسوس کر رہا ہوں۔ خیر۔ تم جاؤ۔" پکھ دیر کے لیے خاموشی طاری ہو گئی۔ پھر انور کی آواز ابھری۔

"اپنکے جشید۔ ان باتوں سے آپ کو کچھ بھی حاصل نہیں ہو گا۔"

"کہن باتوں سے میں کہہ چکا ہوں۔ فرزانہ، فرحت اور رفت نے اس وقت جو کچھ کیا۔ اپنی مرضی سے کیا۔ اور میں نہیں جانتا۔ انہوں نے ایسا کیا سوچ کر کیا۔"

"لیکن آپ چاہیں تو انسیں فوراً واپس بلا کتے ہیں۔"

"آخر کیسے۔ میری آواز سننے کی پوزیشن میں ہوں۔ تجھی میں

"نہیں۔ میرا ایک ماتحت جا کر حالات کا جائزہ لے گا۔" رامہش بلا سکتا ہوں نا۔ اور آپ سن چکے ہیں، میں نے انسیں آوازیں کی جھلائی ہوئی آوازان کے کاتوں سے کھرائی، ساتھ ہی اس نے کلدیں تھیں۔

"ارون۔ تم فوراً اپنکے جشید کے گمراہ پنچھے اور مجھے ہاتھ پوکرام ہے۔ اس کو ختم کر کے اوہ رواپس آ جائیں۔ اسی میں ان کی بتری ہے۔ ورنہ پھر مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔"

"لیکن تم صرف کیروں کی زد پر رہو گے۔ ایسا نہ ہو۔ میں پھر سے آواز لگا دیتا ہوں۔"

"آپ غلرنہ کریں سو۔ میں مارات نہیں ہوں۔ کبھی کبھی ہل سے بالکل پریل ہو جاتا ہے۔"

"ہاں! ایسا میں بھی محسوس کر رہا ہوں۔ خیر۔ تم جاؤ۔" پکھ دیر کے لیے خاموشی طاری ہو گئی۔ پھر انور کی آواز ابھری۔

"اپنکے جشید۔ ان باتوں سے آپ کو کچھ بھی حاصل نہیں ہو گا۔"

"کہن باتوں سے میں کہہ چکا ہوں۔ فرزانہ، فرحت اور رفت نے اس وقت جو کچھ کیا۔ اپنی مرضی سے کیا۔ اور میں نہیں جانتا۔ انہوں نے ایسا کیا سوچ کر کیا۔"

"لیکن آپ چاہیں تو انسیں فوراً واپس بلا کتے ہیں۔"

"آخر کیسے۔ میری آواز سننے کی پوزیشن میں ہوں۔ تجھی میں

"ہیں۔" اپنکے کامران مرزا سکرانے لگے۔

"یہ ابھی معلوم ہوا ہے کہ وہ اس قدر بے وقوف ہے۔ آئندہ

وہ میرے ساتھ کسی مم میں نہیں ہو گا۔ اس نے جمل کر کر۔
پھر کچھ دیر بعد ارون کی آواز ابھری۔
”سریں میں یہاں بیٹھ گیا ہوں۔“
”ٹھیک ہے ارون۔ میری نظریں اب سکریں پر ہیں اور میں ڈالا۔ اور اسی وقت اس کے سر سے کوئی چیز پورے نہ رہے
تھیں دیکھ رہا ہوں۔۔۔ تلاش کرو اٹھیں اور پوری احتیاط سے پستول لال۔ وہ آواز نکالے بغیر ڈھیرہ گیا۔ چند منٹ گزر گئے۔ پھر
ہاتھ میں لے لع۔ وہ ذرا بھی کوئی گزیرہ کرنے کی کوشش کریں۔ فرادر کی آواز گوئی۔
انھیں شوت کر دیا۔“

aron پوک پھونک کر قدم رکھنے لگا۔ ایک ایک کر کے ”
لی میڑ میں تک بیٹھ گیا۔ چھت پر اسے کوئی نظر نہ آیا۔ چینی کے
من طرف چونکہ وہ نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس نے اسے اسی طرف
ٹھیک ہے ارون۔ میری نظریں اب سکریں پر ہیں اور میں ڈالا۔ اور اسی وقت اس کے سر سے کوئی چیز پورے نہ رہے
تھیں دیکھ رہا ہوں۔۔۔ تلاش کرو اٹھیں اور پوری احتیاط سے پستول لال۔ وہ آواز نکالے بغیر ڈھیرہ گیا۔ چند منٹ گزر گئے۔ پھر
ہاتھ میں لے لع۔ وہ ذرا بھی کوئی گزیرہ کرنے کی کوشش کریں۔ فرادر کی آواز گوئی۔
aron۔ کیا تم بھی گھنے جواب دو۔“

اس کے لجھے کی جھلاہٹ انھیں صاف محسوس ہوگی۔ وہ دل تی
aron نے ایک ایک کرو دیکھ ڈالا۔ لیکن وہ تینوں اور ماراں میں سکرا دیے۔ ایک پار اور رائور چالایا۔ اور پھر ان سے بولا۔
”فرزانہ، فرحت اور رفت نے مل کر کوئی پچکر چلا دیا ہے۔۔۔
اور ایکھال ٹھیک کرتے تھے۔“

”وہ کیا کرتے تھے؟“ پروفسر داؤڈ نے جیران ہو کر کہا۔
”یہ کہ ظاہر میں یہ لوگ بالکل بے ضرر نظر آتے ہیں۔۔۔ لیکن
صلحدار یہ خطرناک ہیں اور ایسی غیر محسوس چالیں چلتے ہیں کہ
ایسا بات کا ہے کہ وہ چھت پر ہیں۔۔۔ لیکن سرے زیادہ امکان
آن کے پارے میں اندانہ بھی نہیں لگا پاتا ہے۔ اور اب مجھے
اذا ہوا۔ وہ ٹھیک کرتے ہیں۔ باقیوں باقیوں میں اپنے دو آدمی پھنسوا
کا اور اب تیرے کو بھیجنा ہو گا۔ مگر نہیں۔ میں اب ایک ساتھ
پڑوی گولی چلتے کی آواز نہیں سن سکے گا۔“

”چیزے آپ کی مرضی۔۔۔ اسکریز جیش نے کہتے چکلتے۔ اس

”چھت پر جانے کی صورت میں میں تھیں نہیں دیکھ سکوں
گا۔“

”پھر۔ کیا میں چھت پر نہ جاؤں۔۔۔ لیکن سرے زیادہ امکان
ایسا بات کا ہے کہ وہ چھت پر ہیں۔“

”چھی بات ہے۔ تم جاؤ۔۔۔ لیکن پستول ہاتھ میں ہونا
چاہیے۔۔۔ پستول بے آواز ہے۔ ان کا ذرہ بھر لحاظ نہ کرنا۔۔۔ کوئی
آدمی بھیجوں گا۔۔۔ پھر دیکھوں گا۔ وہ کیا کرتی ہیں۔“

”ٹھیک ہے۔۔۔ آپ فکرہ کریں۔“

نئی صورت حال سے وہ بہت لطف انہوں ہو رہے تھے۔

"آپ ایسا کریں۔ ہمیں صورت حال معلوم کرنے کے لئے اب پر ایک ساتھ حملہ نہ کر سکیں۔"

بچج دیں۔ آصف بولا۔

"نہیں! اس پاروس آدمی جائیں گے اور ان تینوں کو لے آئیں فتنے والے مارے گئے۔ ہم دس ہیں۔ وہ ہمارا کچھ نہیں بگاؤ سکتیں۔"

گے۔ یہ بات تو اب معلوم ہو چکی ہے کہ وہ چھٹت پر ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ ہو آپ کے تھی میں آتا ہے۔ کریں۔" الہام کامران مرزا بولے۔

"اوہ پھر کچھ دیر کے لئے خاموشی چھاگئی۔ ایسے میں پروفسر صاحب بولے۔

"بھی مجھے تو بھوک محسوس ہو رہی ہے۔ کیا میں ان ڈبوں میں بڑھ لے ڈالو۔" سے کچھ کھا سکتا ہوں۔"

"پہلے چیک کر لیتے ہیں۔ کیس رانور نے کوئی چکرناہ چلایا ہوا ہو۔"

ایک دو ڈبے کھوکھو کر دیکھے گئے۔ پھر اطمینان ہوتے پر ان گھر میں ہوں گے۔

بھی نے تھوڑا بہت کھلایا۔ انہیں یہ خیال بھی تھا کہ اس خوراک کے ختم ہونے کے بعد انہیں رانور کی طرف سے اور خوراک نہیں ملنے والی تھی۔ لذا بہت کم کھا کر دن گزارنے تھے۔

اوہ گھستے بعد پھر آوازوں کا سلسہ شروع ہوا۔

"سر! ہم یہاں بیچنے گئے ہیں۔ لیکن یہاں کوئی نہیں ہے۔"

"چھٹت پر جاؤ۔ وہ چھٹت پر ہیں۔ لیکن اس طرح جانا کہ۔"

"مگر نہ کریں۔ پہلے ہمارے ایک ایک کر کے دو ساتھی آئے

"نہیں! اس پاروس آدمی جائیں گے اور ان تینوں کو لے آئیں فتنے والے مارے گئے۔ ہم دس ہیں۔ وہ ہمارا کچھ نہیں بگاؤ سکتیں۔"

اور پھر خاموشی چھاگئی۔ دو منٹ بعد حیرت زدہ آواز سنائی دی۔

"سر۔ یہاں چھٹت پر تو کوئی بھی نہیں ہے۔"

"کیا ہمارے دو ساتھی مارات اور اردون بھی نہیں ہیں۔"

"تھی نہیں۔ وہ بھی نہیں ہیں۔"

"حیرت ہے۔ داکیں باکیں اور یہچہے والے گھروں کی چھتوں کا

"بھی مجھے تو بھوک محسوس ہو رہی ہے۔ کیا میں ان ڈبوں میں بڑھ لے ڈالو۔"

"ہم پہلے ہی لے چکے ہیں۔ وہاں بھی کوئی نہیں ہے۔"

"عن تینوں گھروں میں اتر جاؤ۔ اور ان کی خلاشی لے ڈالو۔"

ان میں ایک گھر بیکم شیرازی کا ہے۔ زیادہ امکان یہ ہے کہ وہ اس کے

"اوکے سر۔ یہ بھی کر دیکھتے ہیں۔"

کچھ دیر اور انتظار کرنا پڑا۔ پھر آواز سنائی دی۔

"نہیں سر۔ وہ ان تینوں گھروں میں نہیں ہیں۔"

"اوہ بیکم شیرازی۔ وہ گھر میں ہے۔"

"تھی ہاں۔ لیکن اس کا بیان ہے۔ وہ تینوں اس کے گھر میں

نہیں ہیں۔ ہم نے تلاشی بھی لی ہے۔ لیکن وہاں ان کی موجودگی کے کوئی آثار نہیں ہیں۔“

”خبرت ہے۔ یہ تینوں بست چالاک بھلیں۔ اب کیا کیا ہی تک کوئی فائدہ تو محض نہیں ہوا۔“

”لیکن جشید۔ مرا آہا ہے۔“ خان رحمان نہیں۔

”تمہارا معتقد ہر مزے سے حل نہیں ہو گا۔ ہم سونے کا جہاز پہلے میں اس لئے ان دس کے دس کی جنگیں راثور کے کاتوں میں قی گتوں پکے ہیں۔ سرحدوں پر سے فوجیں بھی بہٹائے پر بھجوڑ ہو گئے ہیں۔ اب وہ کیا گیا۔ ہمارے مظلوم سلطان ریاست میں نہیں ہے یاد و نوگار ہو کر وہ گئے ہیں۔ انسیں ہماری فوج کی عدمہت ضروری ہے۔ انسیں بہت سارا لگ رہا تھا اور وہ اپنے سے سیکنڈوں گناہوی طاقت کے مقابلے میں ڈالے ہوئے تھے۔ اب وہاں کیا صورت بنتی ہے۔“

”دزانہ نہیں لگاسکتے۔ لیکن چند دنوں تک معلوم ہو جائے گا۔“

”بھروسہ تک میرا خیال ہے۔ ان تینوں نے یہ قدم سوچے کجھے خیر اور چانک بخیر کی پروگرام کے اخالیا ہے۔ اب چونکہ قدم اخالی حصے۔ لذا کیا کرتیں۔ اب تو اسے اسی طرح چلانا ہو گا۔“

”خیر دیکھا جائے گا۔“ پوسپرداود یوں لے

”لیکن اب ہم غلرمند ہیں۔ کیونکہ ان کے مقابلے میں راثور جا باہے۔“

”ہم کیا کر سکتے ہیں۔ اس چنان نما عمارت سے باہر ارے لے۔ ہم باہر جانے کا راستا کھولنے کی کوشش تو کر سکتے ہیں۔ آخر

”تو آپ حکم فرمائیں۔“

”میں اس لئے ان دس کے دس کی جنگیں راثور کے کاتوں میں قی گتوں پکے ہیں۔ سرحدوں پر سے فوجیں بھی بہٹائے پر بھجوڑ ہو گئے آئیں۔“ وہ بڑی طرح اچھلا۔

”لیکن اس کی طرف سے کوئی جواب نہ مل سکا۔“

”اب مجھے جانا ہو گا۔ اپنکا جشید۔ یہ تینوں اب میرے ہاتھوں سے نکلے گئے۔ انہوں نے میرے خصے کو آواز دی ہے۔“

”چھپی بات ہے۔ فرزان، رفتہ۔ فرشتہ تم کہاں ہو۔“

”دیکھا کچھ تم کر چکیں، یہ بھی بہت ہے۔“

”ان کی آواز بے کار گئی۔ ان کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔“

”مشر راثور! اب آپ ہی چائیں“ میں کیا کر سکتا ہوں۔ آپ مجھے جانے دیں۔ میں انسیں خلاش کر کے لے آتا ہوں۔“

”نہیں! مجھے جانا ہو گا۔“

”بھیسے آپ کی ررضی۔“

فرزانہ نے سرگوشی کی۔

"اپ آپ لوگ دلی آواز میں بات چیت کر سکتے ہیں۔"

"بہت خوب! تم نہن کا کایہ کارنامہ ہمیں موقوں یاد رہے گا۔"

انپکٹ کامر ان مرزا بولے۔

"لیکن انکل۔ یہ وقت ان پاتوں کا خیس ہے۔ یہاں سے

مانے جو چنان ہے۔ دراصل وہ رانور کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ اور یہ ایک

ایسا قلعہ ہے۔ جس میں صرف دروازے سے داخل ہو سکتے ہیں۔

کوئی اور ذریعہ اختیار کریں گے تو وہی ہو گا۔ جو پلے ہو چکا ہے۔"

"اوہ۔ لیکن ہم دروازہ کیسے کھول سکتے ہیں؟"

"جیسے ہم نے یہ دروازہ کھولا ہے۔ اسی طرح ہم اس کا دروازہ

کھول سکتے ہیں۔ لیکن پلے پروگرام ترتیب دے لیں۔ وہ اس سے

پلے کہ رانور واپس آجائے۔ یہ بات بھی طے ہے کہ وہاں ہم اسے

ہاں نہیں ملیں گے۔ وہ تیر کی طرح اوہر آئے گا۔ لہذا ہم اپنی کمائی

ہر سائیں گی۔ پلے آپ یہ طے کر لیں کہ اس کو ہیڈ کوارٹر پر قبضہ کرنا

ہے۔ یا کہ میدان میں کھل کر اس کے اوپر آنے کا انتظار کرنا ہے۔"

"نہیں۔ ہم ہیڈ کوارٹر پر قبضہ کریں گے۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"میری تجویز اس سے ذرا مختلف ہے۔ ہماری آدمی پارٹی

ہیڈ کوارٹر پر قبضہ کرے۔ آدمی پارٹی پاہر نہ رہے۔ یا کہ دونوں

صورتوں میں اس سے مقابلہ کیا جاسکے۔" انپکٹ کامر ان مرزا بولے۔

اندر سے بھی وہ راستا کھل تو ہو گا۔"

"اوه ہاں کیوں نہیں۔ دراصل تم جب ہے یہاں آئے ہیں۔

مسلسل مصروف رہے ہیں۔ اس طرف دھیان اسی نہیں گیا۔ اب یہ

کوشش کرتے ہیں۔ یوں بھی اس وقت سڑر اثر یہاں نہیں ہیں۔

وہ ہماری حرکات و سکنات سنجیں دیکھ سکیں گے۔"

"بانکل نیک۔" وہ ایک ساتھ بولے اور انھوں کھڑے ہوئے۔

پروفیسر داؤد نے اپنے آلات سنجھائیے۔ انپکٹ جشید اور انپکٹ

کامر ان مرزا عدوں کی مد سے اندر سے اس عمارت کا جائزہ لینے

لگے۔ باقی لوگ بھی پتھر لی دیوار کو ٹھوک بجا کر دیکھنے لگے۔ غرض ہر

ایک مصروف ہو گیا۔ بہت دیر تک ٹکریں مارتے رہنے کے بعد بھی

دروازہ نہ کھول سکے۔

پھر اچاک دروازہ خود بخود کھل گیا۔ اور انہوں نے ایک بہت

دھرم آواز سنی۔ وہ اس آواز کو بخوبی پہچانتے تھے۔ آواز فرزانہ کی

تھی۔ اور نہن کی طرف سے آئی تھی۔ انہوں نے جو نیچے دیکھا تھا

تھوں سینے کے بل لینی نظر آئیں۔

ان کے چہرے کھل گئے۔ جلدی سے سب باہر آگئے۔ فرزانہ

نے ابھی تک ہونتوں پر انگلی رکھی ہوئی تھی۔ گواہ اشارہ کر رہی تھی

کہ کوئی آواز کسی کے منہ سے نہ لٹکے۔ پھر وہ سب ان تھوں کے پیچے

ریکھتے ہوئے اس چنان سے بہت دور تک آئے۔ تب کہیں جا کر

”لیکن اس عمارت پر بھی ہمارا قبضہ ہوتا چاہیے۔ جس میں ہم تھوڑی دیر پہلے تک قید تھے۔“ شوکنے کہا۔
”یہ نحیک ہے۔ تب پھر باتیوں بننے کی۔ چھٹی پارٹی اور پدفصردا تو رانور کے ہیڈکوارٹر میں رہیں گے۔ میں اور اسپکٹر کامران مرزا باہر ٹھرس گے۔ خان رحمان اور منور علی خان پہلے والی عمارت میں رہیں گے۔ لیکن اس سے پہلے فرزانہ دروازہ کھولنے اور بند کرنے کا طریقہ بتائے گی۔“

”یہ بہت آسان ہے۔ آئیجے۔ پہلے میں آپ کو کھولنے اور بند کرنے کا طریقہ بتاؤں۔“

وہ پھر نہیں پر بیکتے ہونے پہلی عمارت کی طرف آئے۔ فرزانہ لے اپر باہر ایک جگہ انگلی رکھی ہی تھی کہ دروازہ تھوڑا ہو گیا۔
”لیکن یہاں کوئی نشان تو ہے نہیں۔“ شوکی نے حیران ہو کر اشاروں میں پوچھا۔

”اس جگہ مقناطیسی اثر موجود ہے۔ انگلی خود بخود اس نشان پر جا لگتی ہے۔ صرف اس کے نزدیک انگلی لے جانا پڑتا ہے۔“ تھوڑی اندازہ آس پاس کی چٹانوں کو دیکھ کر قائم کرنا پڑے گا۔“

انسوں نے چاروں طرف دیکھا اور پھر انہیں اندازہ ہو گیا کہ کہاں کھڑے ہو کر انگلی آگے بڑھانا پڑتی ہے۔ اس عمارت میں اسی طرح اندر سے دروازہ تھوڑا ہوتا تھا۔ ہر بات سمجھنے کے بعد منور علی

خان اور پوپو فصردا تو اس عمارت میں بند ہو گئے۔ اب باقی لوگ رانور دہلی عمارت کی طرف بڑھے۔ اس کا دروازہ بھی اسی طرح کھلا۔ اور ب لوگ اندر داخل ہو گئے۔ صرف اسپکٹر جشید اور اسپکٹر کامران مرزا باہر رہ گئے۔
”جیخت ہے۔ یہ تینوں تو پورا میدان ہی مار گئیں۔“ اسپکٹر جشید اشاروں میں پوچھا۔

”لیکن آخر یہ سب اس قدر آسانی سے کیے ہو گیا۔ کہیں ہم رانور کی کسی چال میں تو نہیں آگئے۔“ اسپکٹر کامران مرزا نے خیال ناہر کیا۔

”اس بار چال اس نے نہیں۔ فرزانہ، فرحت اور رفت نے ملی تھی۔ انہوں نے اس کے دلوں ساتھیوں سے یہ باتیں معلوم کر لی ہوں گی۔“ اسپکٹر جشید مسکراتے۔

”کیا یہ بات بیکب نہیں کہ رانور کے آدمی اس قدر آسانی سے بتا دیں کہ دروازے کس طرح تھوڑا ہوتے ہیں۔“ اسپکٹر کامران لاحد و رجیع گرفتار ہے۔

”ہاں! یہ بیکب تو ضرور لگتا ہے۔ خب۔ ہم تو باہر موجود ہیں۔“
”لیکن رانور کی آمد سے پہلے ہم تجربہ تو کر کے دیکھ سکتے ہیں۔“

”اوہ ہاں! یہ نحیک رہے گا۔“
دونوں نے قدم آگے پڑھا دیے۔ پہلے۔ اس چنان نما عمارت

”ہمارا بھی یہی حال ہے جیشید۔ ہم بھی پھنس چکے ہیں۔“
خان رحمان کی آواز سنائی دی۔

”عن..... نہیں۔“ دو توں خوف زدہ انداز میں چلائے۔

○☆○

کے پاس آئے جس میں خود قید رہ چکے تھے۔ مقررہ جگہ پر کھڑے،
کر اپنکی جیشید نے انگلی اس نظر نہ آتے والے نشان کی طرف
بڑھائی۔ لیکن انہیں کوئی متعاطی کیش محوس نہ ہوئی۔ پھر ان
انہوں نے اندازے سے انگلی میں اس جگہ رکھ دی۔ دروازہ تمودار
ہوا۔

”شش۔ شاید آپ کا یہ خیال ٹھیک ہے۔“

”اللہ اپنا رحم فرمائے۔ آئیے۔ اس عمارت کو بھی دیکھ
لیں۔“

وہ تیز تیز قدم اٹھاتے دوسری طرف آئے۔ اس میں گی
دروازہ تمودار نہ ہو سکا۔ اب تو ان کی سُنی گم ہو گئی۔ دو توں تے
ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

”اب ہم آواز سے باش کر سکتے ہیں۔ جال میں تو آئی پے
ہیں۔“ اپنکی جیشید نے کہا۔

”ہاں! یہ ٹھیک ہے۔ پروفیسر صاحب۔ آپ ہماری آواز ر
ہے ہیں۔“

”ہاں! سن رہا ہوں اور تم دو توں کو ہم لوگ دیکھ بھی رہے
ہیں۔ یہاں واقعی ٹی وی سکرین گلی ہوئی ہے۔ لیکن اندر سے ہم
دروازہ کھولنے کے قابل نہیں رہے۔“

”اوہ نہیں۔“ دو توں نے ایک ساتھ بولے۔

چھٹا شخص

چلے کئے کے عالم میں گزر گھے۔ اپنے جشید اور اپنے
کامران مرزا ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ پھر ایک دم نہ
پڑے۔

”خوب! بت خوب۔ ہم یہ خیال کرتے رہے کہ فرزانہ
فرحت اور رفتہ کی چال میں رانور اور اس کے ساتھی آگئے ہیں۔
لیکن معاملہ الٹ ہو گیا۔ وہ تھوڑی دیر کے لئے آئے ضرور، لیکن ہر
انہوں نے ہمیں چال میں لے لیا۔ رانور کے آدمیوں نے انہیں
دروازہ کھولنے کا طریقہ ہتا دیا تھا کہ ان کا رسوب تو پھر بھی رانور کے
پاس ہے.... انکی کا اشارہ اس وقت کامیاب رہتا ہے۔ جب رسوب کا
بٹن دیا ہوا ہو اور اگر رسوب کا بٹن آف کر دیا جائے تو پھر انکی کا
اشارة پہ کارہے۔“

”مطلوب یہ کہ اب بھی ہمارے سب ساتھی رانور کے قیدی ہیں
اور ہم بے بس ہیں۔“ اپنے کامران مرزا نے کہا۔

”بظاہر ایسا ہے۔ لیکن ہم بے بس ہیں۔ آزاد ہیں۔ کم از

کم ہماری یہ چال خوب رہی کہ ہم باہر رہ گئے۔“
”اور اب وہ ادھر ہی آ رہے ہوں گے۔“
”بالکل! ہمیں ان سے مقابلے کے لئے تیار ہو جانا چاہیے۔
مقابلہ تو ہو کر رہے گا۔“

”لیکن اگر رانور اس طرف ن آیا تو۔“

”تب... ہاں تب کیا ہو گا۔“

”ہو گا نہیں... ایسا ہو چکا ہے۔“ ایسے میں رانور کی آواز
گوئی۔

”ہمیں مسٹر رانور... آپ آگئے۔“ اپنے جشید چونکہ کر
ڑے۔

لیکن رانور انہیں کہیں بھی نظر نہیں آیا۔

”میں آیا بھی ہوں اور نہیں بھی.... مطلب یہ کہ تم لوگوں کے
لئے نہیں آیا۔ اپنے لئے آگیا ہوں۔“ رانور نے یہ کہ کر قہقہہ
کایا۔

”یہ بات ہمارے پلے نہیں پڑی۔“

”پہلے کون سا میری کوئی بات آپ لوگوں کے پلے پڑی ہے۔“
اصل بات یہ ہے کہ تم لوگوں کی ہر چال ناکام رہی ہے۔ میں جانتا
تھا۔ بستوں میں چھپنے کے چکر میں فرزانہ، فرحت اور رفتہ کوئی چکر
پلاں گی۔ لہذا میں ذہنی طور پر تیار تھا۔ اور میں نے اپنے ساتھیوں

کوہدیات دے دی تھیں کہ اگر وہ چال چلیں اور انہیں اپنے قابو میں کر لیں تو نکال لیں۔ درستہ سر گمراہ کرا کر جان دے دیں۔ اس حرم کے آدمی اور میرے حکم کے بغیر کوئی راز ہتا دیں۔ یہ مرتو سکتے ہیں۔ ایسے کمزوری نہیں دکھا سکتے۔ چنانچہ میری ہدایات کے مطابق انہوں نے ہتا دیا اور آپ لوگ جال میں آ گئے۔ لیکن اس میں ایک کو ضرور رہ گئی۔“

”کی۔ کیا مطلب؟“ انہوں نے ایک ساتھ کہا۔

”یہ کہ آپ دونوں بامبر رہ گئے۔ اتنی چال آپ ضرور چل گئے۔ لیکن اس چال سے بھی آپ دونوں میرے لئے کوئی خطرہ نہیں بن سکیں گے۔ دیکھ لیں۔ میں یہاں موجود ہوں۔ لیکن آپ لوگ مجھے نہیں دیکھ رہے۔ جب دیکھ نہیں پا رہے۔ تو مجھ سے مقابلہ کریں گے۔ کیوں کیسی رہی؟“

”بیکب رہی۔ لیکن سوال تو یہ ہے کہ پھر آپ ہیں کہاں؟“ اسپکٹر جشید پر سکون انداز میں بولے۔

”میں اور میرے آدمی میں ہیں۔ سونے کا جہاں۔ میں پہلے یہ حاصل کر کے اپنے ملک بیچ چکا ہوں۔ وہ اب انشارجہ عوچنے والا ہو گا۔ سرحد پر جنگ ہم بند کرائیں گے۔ یہ ہماری بہت بڑی فتح ہے۔ اب تم لوگوں کے پاس نہ کیا گیا ہے۔ لذا اسپکٹر جشید۔ میں یہاں سے رخصت ہو رہا ہوں۔ اب میں یہاں ٹھہر کر کیا کروں گا۔“ وہ گئے

آپ اور آپ کے ساتھی۔ آپ ان لوگوں کو ان چنانوں سے نکال سکتے ہیں تو نکال لیں۔ درستہ سر گمراہ کرا کر جان دے دیں۔ اس حرم کے انعام سے آپ کو آج سے پہلے کسی نے دوچار نہیں کیا ہو گا۔ اچھا میں چلا۔ امید نہیں کہ آپ سے پھر کسی موڑ پر طلاقات ہو گی۔“

اس کی آواز بند ہو گئی۔ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ جیسے کہ رہے ہوں۔ اب کیا کریں، رانور ان کے سامنے تو تھا نہیں۔ کہ اس پر ثوٹ پڑتے۔ وہ تو انہیں نظری نہیں آ رہا تھا۔

”سوال یہ ہے کہ آپ کہاں ہیں مشر راؤ؟“ اسپکٹر جشید نے پاک نگائی۔ لیکن رانور کی طرف سے کوئی جواب نہ طا۔

”رانور کوئی غائب انسان نہیں ہے کہ نظر نہیں آتے گا۔“ آخر کو وہ یا تو بھری راستے سے جائے گا۔ یا ہوائی راستے سے۔ ہم ان تمام راستوں کی ناکہ بندی تو کر سکتے ہیں ہا۔“

”لیکن وہ پھر کسی غارت کو اڑا کی دھمکی دے دے گا۔ اور ہم مجبور ہو جائیں گے۔ بے بی سے اسے جاتے ہوئے دیکھتے رہیں گے۔“

”پھر اب کیا ہو گا۔ کیا رانور بیچ کر نکل جائے گا۔“ اسپکٹر کامران مرزا نے حرست زندہ انداز میں کہا۔

”نہیں۔ وہ نہیں جائے گا۔ میں نے اپنے ترکش میں ایک تیر ابھی بچا رکھا ہے۔“ اسپکٹر جشید مسکرائے۔

انہیں بہت دیر تک پیدل چلتا پڑا۔۔۔ تب کہیں جا کر انہیں لٹک اور اس طرح وہ شر پختے میں کامیاب ہوئے۔ انہوں نے فوری پر صدر صاحب سے ملاقات کی۔ آئی جی "ڈی آئی جی" اور دوسرے حکام کو بھی وہیں بلا لیا گیا۔ ساری صورت حال ان کے ساتھیں دہاں پکھ کام کرنا ہے۔۔۔

"کیا مطلب؟" اپکلز کامران مرزا نے جواب ہو کر کہا۔

"ایمی یہ ہات تانے کا وقت نہیں آیا۔۔۔ آئیے شر چلیں۔" اپکلز کے بعد انہیں خفیہ فورس والے پسلے ہی دفتر گھرے میں لے چکے تھے۔ ایسے سیکرنسی خارج اپنے دفتر سے لٹکے۔ ان کے چہرے پر دہشت ہی تھی۔۔۔ انہیں ساتھی ہی اپکلز جشید اور اپکلز کامران مرزا کھڑے رہا گئے جو اپنے آدمیوں کو ہدایات دے رہے تھے۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟" سیکرنسی صاحب کی آواز ابھری۔

دونوں نے چوک کر ان کی طرف دیکھا۔

"آپ کے دفتر کی تلاشی لی جائے گی۔"

"میرے دفتر کی تلاشی۔۔۔ میری مرثی کے بغیر۔۔۔ میری اجازات لاخھی۔۔۔ آپ ہوش میں تو ہیں اپکلز صاحب۔" انہوں نے چلاتی لازم کہا۔

"میں ہوش میں ہوں۔۔۔ یہ میرے ساتھ اپکلز کامران مرزا ہیں،" ہوش میں ہیں۔۔۔ آپ کے دفتر کی تلاشی لی جائے گی۔"

"آخر کیوں۔۔۔ کیا کیا ہے میرے دفتر نے۔"

"کیا مطلب؟" اپکلز کامران مرزا نے جواب ہو کر کہا۔

"ایمی یہ ہات تانے کا وقت نہیں آیا۔۔۔ آئیے شر چلیں۔"

"شر۔۔۔ اور ہمارے ساتھی؟"

"الغوس۔۔۔ ہم اس وقت ان کے لئے پکھ نہیں کر سکتے۔۔۔ پھر دیکھیں گے۔۔۔ پروفیسر صاحب۔ آپ ہماری آوازیں سن رہے ہیں۔"

"ہاں! اے ان کی حضرت زدہ آواز سنائی دی۔"

"آپ مسلسل۔۔۔ دیوازے کو کھولنے کی کوشش کرتے رہیں۔ شاید آپ کامیاب ہو جائیں۔ ہم فوری طور پر شر جاری ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔"

"آپ گھبرائیں گے تو نہیں۔"

"آپ کہتے ہیں تو نہیں گھبرائیں گے اباجان۔" فاروق کی آواز سنائی دی۔

"اچھا نیک ہے۔۔۔ حوصلہ جوان رکھنا۔ ہم جلد لوٹیں گے۔"

دونوں اسی وقت تیزی سے نیچے اترے۔۔۔ گاڑی اسی جگہ کھڑی نظر آئی، لیکن جب وہ اس کے نزدیک پہنچے تو اس کے چاروں ٹانگوں کی ہوا نکلی ہوئی تھی۔

"دست تیرے کی۔۔۔ وہ جاتے جاتے یہ اوچھی حرکت بھی کر گیا۔" اپکلز جشید نے جلا کر کہا، اپکلز کامران مرزا مکرا کر رہا۔

"دفتر میں بہم لائے گئے ہیں۔ بہم دفتر میں موجود ہیں۔ اور کسی وقت بھی پہنچ سکتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ پورا دفتر بھک سے اڑ جائے۔"

"یہ خبر تو بہت دیر سے سننے میں آرہی ہے۔ لیکن اب تک تو پکھ ہوا نہیں۔"

"اب تک اس لیے کچھ نہیں ہوا کہ ہم لوگوں کو رانور کے مقابلے میں ہتھیار ڈالنا پڑے تھے۔"

"پھر اب کیا ہو گیا ہے۔ کیا اب رانور نے آپ لوگوں کے آگے ہتھیار ڈال دیے ہیں۔" انسوں نے براسانت بنا�ا۔

"نہیں سر۔ ابھی مقابلہ جاری ہے۔ ہم دراصل یہ جانا چاہئے ہیں کہ اس دفتر میں بہم کون لایا تھا۔"

"ظاہر ہے۔ رانور کے آدمی لائے ہوں گے۔" "میں تو جانتا ہوں۔ کہ رانور کے لیے اس دفتر میں کون کام بہا ہے۔"

"آپ کا مطلب ہے۔ دفتر کا کوئی ملازم خداو ہے۔"

"ہاں جتاب۔ بالکل یہی بات ہے۔"

"ایسا نہیں ہے۔ اس لیے کہ صحیح داخلے کے وقت سب لوگوں کی تلاشی لی جاتی ہے۔"

"لیکن چند لوگ ایسے بھی ہیں۔ جن کی تلاشی نہیں لی جاتی۔

"پتا کیں۔ وہ کون کون ہیں۔"

"اوہ ہاں! یہ غیک ہے۔ چد آفسرا یے ہیں۔ لیکن ظاہر ہے وہ اوپھے لوگ ہیں۔ ایسا کام تو کوئی نہیں سکتے۔"

"میں دیکھتا ہے۔ کہ وہ کر سکتے ہیں یا نہیں۔"

"کیا مطلب۔ آپ کیسے دیکھیں گے۔ یہ کیسے معلوم کریں گے۔"

"یہ ہمارا کام ہے۔ ہم وزانہ ایسے ہی کام کرتے ہیں۔ آپ

ہمیں فرمائیں کہ نام بتائیں۔ جن کی داخلے کے وقت اور رخت

لے وقت تلاشی نہیں لی جاتی۔"

"یہی صرف پانچ آفسرا ہیں۔ گردیزی۔ ضیافی۔ کاکڑ۔ انور اور کافنی۔"

"آپ نے پورے نام نہیں بتائے سر۔ نہ ان کے عمدے ہے۔"

"تو میں ابھی آپ کو ان سے ملاؤ جا ہوں۔"

"وو سرے یہ کہ آپ نے فرمایا ہے۔ ایسے پانچ آدمی ہیں جن

تلاشی نہیں ہوتی۔ لیکن میرا خیال ہے ایسے پانچ نہیں چہ ہیں۔"

"کیا مطلب۔ چھٹا کون۔ یہ دفتر آپ کا ہے یا میرا۔"

"آپ کا۔ لیکن خود آپ نے پانچ نام کو نہیں۔ چھٹا نام

لیا۔"

"آخر چھٹا شخص کون ہے؟"
 "آپ خود... آپ کی بھی تخلیق نہیں لی جاتی۔"
 "کیا مطلب... کیا آپ یہ کہتا چاہتے ہیں کہ اس عمارت میں بھی
 میں لے کر آیا ہوں؟" - وہ بھڑک لائے

"میں نے یہ نہیں کہا۔ یہ کہا ہے کہ آپ بھی ایسے شخص ہیں
 جن کی تخلیق نہیں لی جاتی۔"

"ہاں! یہ تمہیک ہے۔ آخر انہوں نے تجھے تھکے انداز میں کہا۔
 "بس آپ تھکے حضرات ایک کرے میں جمع ہو جائیں۔ اور
 بھی دیں بلا لیں۔ تاکہ معلوم ہو سکے کہ ان تھکے میں سے کون ہے جو
 دفتر میں بھی میں لے کر آیا ہے۔"

"ایک بھی نہیں۔ وہ کوئی پاہر کا آدمی ہو گا۔"
 "آپ ہمیں تفتیش تو کرنے دیں۔"
 "اچھی بات ہے۔"

اور پھر وہ ایک کرے میں جمع ہو گئے۔

"آپ حضرات سے تعارف ہو جائے پلے۔" - اسکے جیش
 مکارے۔

"یہ آپ کے ساتھ کون ہیں۔ پلے تو یہ جائیں۔"

"یہ اسکے کامران مرزا ہیں۔ میرے ساتھی۔"

"اوہ اچھا... ہاں تو یہ احسان گردی ہیں۔ سینٹ آفسر یہ مسٹر

حضرات فیاضی ہیں۔ سینٹ آفسر یہ غلام رسول کا کڑا ہیں۔ ریکارڈ
 نہیں... یہ اشرف رائخور ہیں۔ ڈینی سکرٹری اوزر یہ باقر کمانی سینٹ
 ایمس ہیں... رہ گیا میں... میں سکرٹری ہوں اور میرا نام ہے۔"

"صداقت خالد۔" - اسکے جیش مکارے

"پلے شکر ہے۔ آپ کو کم از کم میرا نام تو معلوم ہے۔"
 سکرٹری صاحب مکارے

"میں ان حضرات کو ذرا پلے صورت حال بتاؤں۔"

"ضور کیوں نہیں۔" - صداقت خالد بولے

انہوں نے تفصیل سنا دی کہ راتوں سے کس طرح ان کا مقابلہ
 اور کیا کیا واقعات پیش آئے۔ پھر کس طرح اس نے دیا وہ اال کر
 نے کا جہاز حاصل کیا اور کس طرح سرحد سے فوجیں ہوتے میں
 بیاب ہو گیا۔ اس نے عمارت میں بھی کس طرح رکھا ہے۔ یہ بھی
 پھر وہ بولے۔

"آپ آپ بتائیں۔ آپ میں سے وہ کون ہے... جو اس دفتر
 میں لائے۔"

"ہم میں ایسا کوئی نہیں۔ سب کے سب قاتل اعتبار ہیں۔
 یہ سر؟" احسان گردی ہی نے کہا۔
 "یہ بات تو میں انسیں پسلے ہی کہہ چکا ہوں۔ لیکن رفقار بھی
 نہ مانتے بھی ہوں۔" - سکرٹری صاحب بولے

”لیکن مسٹر انور کا یہاں ہے۔ اس نے ہم ایسے آدمیوں کے ذریعے دفاتر میں رکھوائے جن کی تلاشی نہیں لی جاتی۔ اور اشارجہ کے ایسے ایجنت ہر دفتر میں موجود ہیں۔“

”تب پھر آپ یہ بات ثابت کریں کہ ہم میں سے کسی نے ایسا کیا ہے۔“

”ثابت کرنے کی صورت میں معافی نہیں مل سکے گی۔ ایسے تی اگر بتا دیں گے تو معافی کی صورت تکل آئے شاید۔“ اپکڑ جشید
سکرائے

”ہم میں سے ایسا کوئی نہیں۔“ شرافت فیاضی بولے۔

”اچھی بات ہے۔ ہم آپ کی تلاشی لیتا چاہئے ہیں۔“ اپکڑ کامران مرزا بولے

”ایا مطلب۔ تلاشی۔ لیکن تلاشی لینے سے کیا ہو
بم ساتھ لے پھر رہے ہیں۔“ غلام رسول کا گز بنے۔

”آپ تلاشی دے دیں بس۔“ اپکڑ جشید نے براسامان

”آپ کے پاس ہماری تلاشی کے وارثت بھی ہیں کیا۔“
سکرائے بولے

”یہ ہاں بالکل۔“ دہ بولے اور پھر خصوصی اجازت نامہ نکل
”یہ اپکڑ دیا۔“

”اوہ اچھا! یہ اجازت نامہ پڑھا اور بولے۔“

”ٹھیک ہے۔ آپ تلاشی لے لیں۔“

آپ لوگوں کی جیبوں میں ہو کچھ بھی ہے۔ اپنے اپنے سامنے پر رکھ دیں۔ اپکڑ جشید نے سرد آواز میں کہا۔

”پا نہیں آپ کرنا کیا چاہئے ہیں۔“ باقر کرانی نے بھنا کر کہا۔

”جو کہا ہے۔ بس آپ اتنا کریں۔“ اپکڑ جشید کی آواز حد بے خلک ہو گئی۔

آخر انہوں نے برسے برسے منہ بناتے ہوئے جیسیں غالی کرنا

لے کیں۔ یہاں تک کہ میرے وہ تمام جیسیں ڈھیر ہو گئیں۔

”آپ اب انہ کر اس طرف آجائیں۔“ اپکڑ کامران مرزا

”اس طرف آجائیں؟“

”ہاں! اس طرف آجائیں۔“ تاکہ ہم تا سمجھیں کہ غدار کون

”کیا کہ رہے ہیں آپ۔ غدار۔ ہم میں اور غدار۔“

ات غالد کے لبھے میں حیرتی حیرت تھی۔

”ہاں جتاب! ہم دھوے سے کر سکتے ہیں کہ آپ میں سے ایک
ہے اور ہم یہ بات ثابت کریں گے۔ اگر نہ کر سکے تو گرفتار بھی

نہیں کریں گے۔

"چھی بات ہے۔ جو آپ کا جی چاہے کریں۔ لیکن آج کے

باقر کمالی بہت زور سے اچلا۔ اس کی آنکھوں میں بے تحاشہ
ازف دوڑ گیا۔

○☆○

"میں اس ملازمت کی دیے ہیں ضرورت نہیں۔" اسکر جیخ
مکارے۔

"ہاں اور کیا۔۔۔ ملک کی خدمت تو ہم ملازمت کے بغیر بھی کر
سکتے ہیں۔"

"آپ بہت بڑھ چڑھ کر بول رہے ہیں۔ کیا آپ اس ملک کے
صدر ہیں؟" صداقت خالد نے تھلا کر کیا۔

"ہم صدر نہیں ہیں۔۔۔ لیکن۔۔۔ ہمارے پاس اختیارات ہیں جو
ہمیں صدر صاحب نے ہی دیے ہیں۔۔۔ آپ کو اگر اس پر اعتراض ہے
تو شوق سے صدر صاحب سے بات کر لیں۔"

"خیر جی۔۔۔ پہلے تو آپ ہم میں سے کسی کو غدار ہبہت کریں۔"
وہ انکھ کر ایک طرف آپ کے ساتھ۔ ایسے میں اسکر کامران مرزا
بولے۔

"آپ میں سے باقر کمالی غدار ہیں اور یہی ہم لے کر آئے
تھے۔"

ضرورت

اُلے کے ذریعے سوراخ وغیرہ بھی نہیں کیے جاسکتے... کیونکہ اس طرح
دھاکے ہوتے ہیں اور وہ سوراخ کرنے والے جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے
ہیں۔ لیکن ہم ایک کام ضرور کر سکتے ہیں۔" آفتاب نے جلدی جلدی
کہا۔

"اور وہ کیا۔ یہ بھی تو پہنچتا۔"

"سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں۔" اسپریز جشید اور الیمپیا "اس چنان نما عمارت میں اپر چوٹی کی طرف ضرور ہوا کے لئے کامران مرزا کے جانے کے بعد محمود کی آواز ستائی وہی۔ کوئی سوراخ رکھا گیا ہے... شاید ہم اس سوراخ سے نکل سکیں۔" "ان کی آوازیں خان رحمان اور منور علی خان بھی سن رہے تھے۔ وہاں کوئی کاپڑ کے ذریعے اپر اتر کر دیکھا جا سکتا ہے... وہاں کوئی سوراخ نہیں تھا۔" محمود نے مدد بیایا۔

"جواب یہ ہے کہ آرام۔ ظاہر ہے ان حالات میں ہے۔" "اوہو... غور کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ سوراخ اپر سے نظر آرام کے کیا کیا جاسکتا ہے۔"

"کاش۔ انکل منور علی خان اور انکل خان رحمان بھی ہاں در اندر کیسے آتی ہے۔" فرزانہ بولی۔

"بات میں وزن ہے۔" پروفسر صاحب مسکرا کے۔

"کیوں۔ اگر وہ بھی ہمارے ساتھ ہوتے تو ہم کیا کر لیتے۔" "پڑھنے خیز۔ اگر بات میں وزن ہے۔ تب بھی اونچائی بہت سمجھتے کچھ۔ دیسے اب بھی ہم کچھ نہ کچھ تو کر سکتے ہیں۔ باہم ہے۔ ہم اس اونچائی تک علاج ہی نہیں سکیں گے۔ دوسرے علاج ہی بھی پر ہاتھ دھر کر بینے رہنے سے تو کچھ بھی نہیں کر پائیں گے۔" آلب کے تو اس سوراخ میں سے نکل کیے سکیں گے۔ کیا وہ سوراخ اتنا بڑا ہو گا۔" آصف نے جلدی جلدی کہا۔

"ہوں۔ خیز۔ تم ہی ہتاو ہم کیا کر سکتے ہیں۔"

"ان دونوں عمارتوں کے دروازے تو ہم کھول نہیں سکتے۔ کیونکہ نہیں کہ سکتے۔" فرحت نے اسے گھورا۔

ن لیکن بہتر ضرور تھے۔ اس کے علاوہ خوش خوارک کے ڈبے موجود

”تو پھر ٹھیک ہے۔ ہمیں چھٹی تک جانے کی کوشش کرنے تے۔

چاہیے۔۔۔ بے کار چڑھ کر بھی کیا کر سکتے ہیں۔۔۔“

”ہمارے پاس کل سامان بس لگی ہے۔۔۔ یہ چادریں اور یہ ٹک

”ہم ایک کمرے کی ہمتو پر چڑھ کر انسانی سیڑھی بنائیں تے فراہ کے ڈبے۔۔۔ ان کے ذریعے کوئی سیڑھی نہیں بن سکتی۔۔۔“ - فاروقی
ہیں۔۔۔ محمود کی آواز ابھری۔

”میرا خیال ہے۔۔۔ اس طرح بھی ہم چھٹی تک نہیں پہنچ سکی
گے۔۔۔ ہا۔۔۔ بن تو نہیں سکتے۔۔۔ میں نے تو پہلے ہی کہا تھا۔۔۔ ہم اور
کم نہیں جا سکتے۔۔۔ آصف مسکراہا۔

”اے گر۔۔۔ ہم نے ایک بات کی طرف توجہ نہیں دی۔۔۔ شوکی

”اک پھر۔۔۔ محمود نے کہا۔

یہ عمارت پہنچ اس طرح بنائی گئی تھی کہ ایک کمرہ سامنے کے پڑھکا۔
رخ تھا۔۔۔ دو کمرے اس کے دائیں مائیں تھے۔۔۔ درمیان میں ہم
تھا۔۔۔ چنان کی چھٹی تک جانے کے لئے ہم کی سیدھہ میں اور انہیں
ضروری تھا۔۔۔ لیکن اس کے لئے بہت اونچی سیڑھی کی ضرورت تھی۔۔۔
چاہے وہ انسانی ہو یا قیر انسانی۔۔۔ اور اتنی بھی سیڑھی وہ فی الحال بنانا نہیں
سکتے تھے۔۔۔ چھٹ پر چڑھ کر اگر انسانی سیڑھی بنائی جاتی تو وہ چھٹ کی
سیدھہ میں اپر نہ جاتی۔۔۔ اس چھٹ نے انسیں چکرا دیا۔
”یہ تو معاملہ گزیدہ ہو گیا۔۔۔“ - محمود بڑھ رہا۔

”ابھا جان اور انکل یا ہر ہیں اور کچھ نہ کچھ کر رہے ہوں گے۔۔۔

”بچھے کوچھ اور ہو سکتے ہیں۔۔۔“ - پروفیسر واؤ نے چاروں طرف نظریں
دی دیا۔۔۔

”ابھا جان اور انکل یا ہر ہیں اور کچھ نہ کچھ کر رہے ہوں گے۔۔۔
یہ سوچ کر ہمارا بیکار بیٹھ جانا کسی طرح بھی مناسب نہیں۔۔۔ ہمیں
کوشش تو کرنا ہو گی۔۔۔“ - محمود بولا۔

مارت میں چارپائیاں نہیں تھیں۔۔۔ سونے کا انتظام بھی فرش پر

"تب پھر تم ہی چاہے کو شش کریں تو کیسے؟" فاروق نے بھاکر کہا۔

"ہمیں ایک بار پھر غور کرنا چاہیے۔ کیا تم خوراک کے ان ٹوپی سے کوئی کام نہیں لے سکتے۔ بستر کی چادروں سے کوئی کام نہیں لے سکتے۔"

"لے سکتے ہیں۔ ضرور لے سکتے ہیں۔ چادروں کو سونے کے لئے استعمال کر سکتے ہیں۔ اور دیوں کو کھانے کے لئے۔" آفتاب مسکرا یا۔

"دھرت تیرے کی۔ آپ نے نا اگل۔"

"بھتی میں اپنے کان انفاق سے اپنے ساتھ لایا ہوں۔" "بولے

"آپ نے اچھا کیا۔" فرحت نے سو آہ بھری۔

"کیا اچھا کیا؟" پروفیسر صاحب چوکے۔

"یہ کہ اپنے کان اپنے ساتھ لے آئے۔ ورنہ تم تو یہاں کی کان کے نہ رہ جاتے۔" فرحت نے جلدی جلدی کہا۔

"کسی کام کے یا کان کے؟" فرزانہ نے جیان ہو کر پوچھا۔ "کسی کان کے۔ بات کان کی ہو رہی ہے۔" فرحت نے پرندوں پیچے میں کہا۔

"حد ہو گئی۔ کل تم کو گی۔ ہم تو کسی دانت کے نہ ہے۔"

تے۔ ہم تو کسی ہاک کے نہ رہ جاتے۔ ہم تو کسی ہاک کے نہ رہ تے۔ غیر وغیرہ۔ محمود نے اسے گھورا۔

"بھی وغیرہ وغیرہ کی کسر بھی باقی تھی۔" رفتہ تھا۔

"چلو وغیرہ وغیرہ کو ہٹا دیتے ہیں۔" محمود نے فوراً کہا۔

"اب کیا قاتعہ۔ اب تو جھٹکے ساتھ بول دو اے۔"

ایسے میں فی الیں ایم کو نہ جانے کیا سو جھی۔ ڈیوڑھی والے رے میں گھس گیا اور ایک بڑا ڈیا الحلالیا۔

"کیا بھوک لگ گئی ہے۔" آصف اس کی طرف مڑا۔

"نن نہیں۔ وہ ہکلایا۔"

"تب پھر ڈیا کیا اپنے سر پر مارو گے۔" محمود نے بھاکر کہا۔

"نن نہیں۔" اس نے پھر کہا۔

"پھر کیا اسے چاٹو گے۔" آفتاب بولا۔

"نن نہیں۔" اس نے فوراً کہا۔

"لماں یار جھیں نن نہیں کے سوا بھی کچھ آتا ہے۔"

"نن نہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے ڈیا کرے کی دیوار دے مارا۔

"مرے ارے۔ یہ کیا کر رہے ہو۔ ڈیا نوٹ جائے گا۔"

"ہمیں یہ کیا؟" فاروق چلا اٹھا۔

ب کی نظر اس جگہ جم گھنیں۔ جہاں فی الیں ایم نے ڈیا

مارا تھا۔۔۔ وہاں ایک پتھر اپنی جگہ سے مل گیا تھا اور اس کے ملنے کے آثار صاف نظر آ رہے تھے۔۔۔

"یہ کیا بھائی۔۔۔ ڈبے کی ایک چوٹ سے پتھر مل گیا۔۔۔ اگر وہ میں چوٹیں ماریں گے تو پتھر تو یہ دیوار سے باہر نکل آئے گا۔۔۔"

"اسی لئے تو میں نے یہ حرکت کی ہے۔۔۔ میرے والد صاحب دراصل انجینئر ہیں۔۔۔ میں بھی انکر ان کے ساتھ چلا جاتا ہوں۔۔۔ اور ان کی عمارت کا جائزہ لیتا رہتا ہوں۔۔۔ میں نے جب اس دیوار کو خود سے دیکھا تو محسوس کیا کہ پتھر کو چوکور کاٹ کاٹ کر دیوار بنا لی گئی ہے۔۔۔ اندر سے کھدائی کر کے عمارت نہیں بنائی گئی۔۔۔ اور پتھروں ایک دوسرے پر رکھنے کے لئے کوئی مسالہ بھی استعمال نہیں کیا گیا۔۔۔ بس یہ ورنی ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے اوپر جھے ہوئے ہیں۔۔۔ باہر ہیونی دیواریں بھی صرف کھدائی کر کے بنائی گئی ہیں اور اسی لئے یہ تھاشا مضبوط ہیں۔۔۔ انسانی ہاتھوں یا اس قسم کے ڈبوں سے ان کا بال بھی بیکا نہیں کیا جاسکتا۔۔۔"

"ہوں۔۔۔ خوبی۔۔۔ ایک ڈبا اور لاؤ۔۔۔" پوفیسر داؤ نے خوش ہوئے کہا۔

کئی ہار جب ڈبا مارا گیا تو وہ نوٹ گیا اور اس میں بھری خواہ باہر نکل کر گئے گئی۔۔۔ لیکن اتنے میں پتھر کافی حد تک باہر آچکا تھا۔۔۔ اب ایک دوسری ڈبا اخما کر لایا گیا۔۔۔ اس ڈبے کو بھی مسلسل اس ختم قاروں نے ایک ہاتھ چھٹ پر لگایا اور دوسرے سے جائزہ لینے

پر مارا گیا۔۔۔ اور پھر اچانک پتھر دیوار سے نکل آیا۔۔۔

"وہ مارا۔۔۔ اگر درمیان سے ایک پتھر نکل آیا ہے تو پھر اپر سے تو پتھر زیادہ آسانی سے نکل آئیں گے۔۔۔ لذدا جلدی سے انسانی بیڑھی بناو۔۔۔ اور چھٹ پر چھڑ کر سب سے پتھروں پر ڈبوں سے چوٹ لگاؤ۔۔۔" پوفیسر داؤ نے چلا کر کہا۔

انھوں نے ایسا ہی کیا۔۔۔ انسانی بیڑھی کے ذریعے چھٹ پر بیٹھے۔۔۔ متنزہ کے پتھروں پر جو چھٹ ماری گئی تو آسانی سے بیٹھے گرتے چلے گئے۔۔۔ بس پھر کیا تھا۔۔۔ ٹھن میں پتھروں کا ڈھیر لگ گیا۔۔۔

"ان پتھروں کو آپس میں جوڑ کر رکھنا شروع کر۔۔۔ اس چھٹی نکل پہنچنا ممکن نظر آنے لگا ہے۔۔۔ فرزانہ پر جوش انداز میں چلائی۔۔۔ وہ بھی اس کام میں گرم بھوشی سے جھٹ گئے۔۔۔ پتھروں کو جوڑ کر ایک دوسرے کے اوپر رکھا جانے لگا۔۔۔ اس طرح ایک چھوڑا سابن کیا۔۔۔ اس چھوڑتے کے اوپر ایک پتھونا چھوڑا بنا لیا گیا۔۔۔ اس کے اوپر ایک اور چھوٹونا چھوڑا بنا لیا گیا۔۔۔ اب جو قاروں سیدھا ہوا۔۔۔ تو اس کا ہاتھ چھٹی کو چھوٹے لگا۔۔۔

"واہ! میرا ہاتھ چھٹی سے آکا ہے۔۔۔ قاروں چلایا۔۔۔"

"تو بس پھر۔۔۔ جائزہ لے ڈالو۔۔۔ کوئی سوراخ ہے یا نہیں۔۔۔ میرا خیال ہے۔۔۔ سوراخ ضرور ہو گا۔۔۔" پوفیسر داؤ نے خوش ہو کر کہا۔۔۔ قاروں نے ایک ہاتھ چھٹ پر لگایا اور دوسرے سے جائزہ لینے

لگ۔ اپنے اس کے نزد سے لگا۔

"اف ماں! یہ کیا ہے۔ یہاں تو خانے سے بننے ہوئے ہیں۔
لبائی کے رخ۔"

"لبائی کے رخ۔ خانے کیا مطلب؟" کمی گواز ابھریں۔

"مطلب تو میں نہیں تا سکتا۔ شاید یہ انظام اس لئے کام
ہے کہ ہوا کے لئے بنائے گئے یہ سوراخ کسی کو نظر نہ آ سکیں۔
بہرحال میں ایک خانے میں ہاتھ ڈال کر لکھے کا ارادہ رکھتا ہوں۔"
لکھا ہے۔ اس طرح میں بخوبی گر جاؤں۔"

"اللہ ماں ہے۔ کوشش تو اب کرنا پڑے گی۔" پوری
صاحب یوں۔

قاروق نے سوراخ میں ہاتھ ڈالا اور لٹک گیا۔ ایسا کہ کے
لے اسے اپنے پاؤں محمود کے کندھوں پر رکھتا پڑے۔ جو خی اس کا یہ
اٹھا۔ "ایک چکلے سے ان کے اوپر گرا لوڑ پھر بخوبی آ رہا۔ چونکہ
بہت بے ذہب انداز میں گرا تھا، اس لئے ابھی بھلی چوت بھی آئی۔
لیکن اس کے ساتھ ایک کلرا بھی بخوبی آ گرا تھا۔ اوپر لبائی کے رخ،
ایک پتلہ سا ٹکرا تھا۔ پتھر کا کلرا۔ تاہم اوپر ابھی سوراخ نظر میں
سکا تھا۔

"ایک بار اور کوشش کرنا ہو گی قاروق۔" محمود نے خوش ہو کر
کہا۔

343
"ہاں آگر میں ایک بار لوڑ گوں۔"

"مجبوڑی ہے۔ کیا کیا جا سکتا ہے۔ ویسے اگر تم گرنے سے
ڈرتے ہو تو پھر تم یہ کام آتاب سے لے لیجئے ہیں۔"

"لیکن آتاب تو انہیں سیڑھی میں بالکل بخوبی موجود ہے۔"
قاروق نے من بدلایا۔

"تو پھر آگئے تم یہ پھر سے گرنے کے لئے آؤ۔" اس نے
کہا۔

اور قاروق پھر سے اوپر چڑھ گیا۔ ایک بار پھر اس نے خلا میں
ہاتھ ڈال کر مستحیل ٹکرے کو کپڑا اور ایک چکلے سے بخوبی لٹک گیا۔
وہ واقعی ایک بار پھر گرا۔ اک ٹکرہ اور اس کے ساتھ بخوبی آگرا اور
پھر جو انہوں نے اوپر دکھا تو ایک مستحیل سوراخ سے آسمان کی جھلک
انہیں نظر آئے گی۔

"خدا کا ٹھر ہے۔ آسمان تو نظر آیا۔" قاروق بھائی۔ ایک بار
اور۔

"ہاں ہاں! تم تو چاہتے ہو۔ میں گر گر کر بس گری جاؤں۔"
قاروق جلا اٹھا۔

"نہیں۔ بلکہ ہم چاہتے ہیں۔ تم گر گر کر اٹھنے والے بن
جاو۔" فرزانہ نے فوراً کہا۔
"اچھا جا بیا ہوں ایک بار اور۔" لیکن تم کوشش تو کو کہ میں

سیدھا یہی نہ آگروں۔ اور ہی روکنے کی کوشش کر سکتے ہو۔ اس
نے تملکائے ہوئے بیجے میں کہا۔

"اپنی بات بے۔ ہم ضرور کوشش کرس کے۔"

فاروق تیری بار اپر چھڑا۔ اس نے ٹکڑے پر ہاتھ ڈالا اور ان
گیا۔ اور انہوں نے اسے دیوبنتے کے لئے ہاتھ اٹھا دیے۔ فاروق
جونہ ان کے ہاتھوں پر گرا وہ سب کے سب نیچے گئے۔ کیونکہ اب
ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے قتھے نہیں فاروق کو بسحالتے کے لئے
ہاتھ ایک دوسرے سے چھڑا لے تھے۔

اب ب ایک دوسرے پر گرے پڑے تھے۔ اور اس رہے
تھے۔ پروفیسر داؤنک ان کے نیچے دبے ہوئے اس رہے تھے۔ ایسے
میں انہوں نے اپر دیکھا۔ وہاں اتنا چورا خلا نظر آ رہا تھا کہ ایک آئی
گزد سکے۔

"وہ مار۔۔۔ اب ہم باہر نکل سکتے ہیں۔"

"لیکن۔۔۔ آخری آدمی۔۔۔ میرا مطلب ہے۔۔۔ نیچے والے کس
طرح اپر چھپ سکس گے۔"

یہ بعد کی بات ہے جسے باہر جاسکتے ہیں۔۔۔ جائیں گے۔۔۔ باہر
کر پاتیوں کے لئے بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔۔۔ اور کچھ ہمیں تو رہی
لکھا سکتے ہیں۔۔۔ محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔"

"تب پھر باہر بھی میں ہی جاؤں گا۔۔۔ فاروق نے گوا اعلان کیا۔
"میں محفوظ ہے۔"

ایک بار پھر انسانی سیڑھی یعنی گئی۔۔۔ فاروق اپر چڑھا اور خلا
میں دو لوں ہاتھ ڈال کر اپر نکل گیا۔۔۔ اب چوکر ٹکڑے گر چکے
تھے۔۔۔ اس لئے وہ نیچے نہ گرا اور سوراخ میں سے نکل گیا۔۔۔ باہر نکل
کر اس نے چاروں طرف ایک نظر ڈالی۔۔۔ دور دور نکل کوئی نہیں
تھا۔۔۔ کچھ قاطلے پر چمن تماوہ ہمارت نظر آ رہی تھی۔۔۔ جس میں اب
خان رحمان اور منور علی خان قید تھے۔

"ایا جان! اپ کہاں ہیں؟" فاروق اپر یہی نہیں ٹھیک چلایا، لیکن ان
کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔۔۔ اب اس نے سوراخ میں جھانکا۔۔۔
سب کے سب کی طرف ہی وکھر رہے تھے۔۔۔
"میں ہاتھ لکھتا ہوں۔۔۔ کم از کم تم میں سے ایک تو اور اپر آ
سکتا ہے۔"

"میں بکھیوں۔۔۔ میں آجائی ہوں۔" فرزانہ نے کہا۔
"پاکل ٹھیک۔"

فاروق نے کہا اور اپنا ایک ہاند نیچے لکھ دیا۔۔۔ انسانی سیڑھی کے
اوپر اب فرزانہ آئی اور اس کا ہاتھ قائم لیا۔۔۔ فاروق نے اسے اوپر کھینچی
لیا۔۔۔

"میرا خیال ہے۔۔۔ ابھی میں اور رفت اور اوپر آ سکتے ہیں۔"

لائیں۔ دوسرے یہ کہ اگر ری لے بھی آئیں تو اوپر چنان پر کس
میں چڑھیں گے۔ رفت نے جلدی جلدی کہا۔
”یہ کوئی بات نہیں۔“ قاروق نے منہ بیٹایا۔
”کس بات کی طرف اشارہ ہے؟“
”اوپر چھتے کی طرف۔ اس جگہ ہمیں اوپر چھتے کی ضورت
نہیں رہی۔ اگر ری۔۔۔ ری۔۔۔ ری۔“
قاروق کی آنکھیں مارے حیرت کے سچل گئیں۔

○☆○

اس کے بعد انہیں سیریزی نیچے رہ جائے گی۔“ فتح نے کہا۔
”ہاں! نمیک ہے۔“
قاروق نے ان دونوں کو بھی سمجھ لیا۔
”اب ہم آپ لوگوں کے لیے ری کا انتظام کرتے ہیں۔“
قاروق بولا۔
”لیکن تم چنان سے نیچے کس میں اترے گے۔ یہ قبیت ہمار
سلسلہ والی چنان ہے۔ یا ہاتھی گئی ہے۔“
”دونوں ہاتھ چنان پر چکا کر نیچے سر کیں گے۔ اس میں
گرنے کا امکان تو بست ہے۔ لیکن ہو سکتا ہے۔ زواہ چوت نہ
لگے۔ لیکن اس وقت اس کے سوا کوئی چارہ بھی تو نہیں۔“
”اچھا! اللہ مالک ہے۔“ پروفیسر وادود کی بھرائی ہوئی آواز ستائی
دی۔

اور پھر وہ سمجھ لے گئے۔ اپنائیں ان کے ہاتھوں سے چنان تکل گئی
اور وہ لڑکنیاں کھاتے نیچے کی طرف آئے گئے۔ ان کے منہ سے
جیخیں بھی تکل گئیں۔ اور جب ان کے جسموں کا لڑکنا بند ہوا تو
انہوں نے اپنا چائزہ لیا تو حالت بہت خست نظر آئی۔ جگہ جگہ خراشیں
پڑ چکی تھیں۔ کئی جگہ سے خون رس رہا تھا۔ تاہم وہ باہر ضور آگئے
تھے۔

”ہمارے لئے کتنی سوالات ہیں۔ پہلا یہ کہ ری کمال سے

شہوت پیش کریں

”آپ نے یہ بات کس طرح کہ دی۔ آپ کے پاس کیا شہوت کہا۔

”ماتھتے ہیں تو مان جائیں۔“

ہے اس بات کا“ کہ میں غدار ہوں اور بم دفتر میں میں ہی لے کر آئے ہوں۔“ باقر کمانی نے چلا کر کہا۔

”آپ آپ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ میرے ٹیپارٹمنٹ کے ایک افسر کا نماق اڑا رہے ہیں۔ اگر آپ کے پاس ان کے خلاف کوئی درخواست کی تھی کہ اپنی اپنی چیزیں بیجوں سے نکال کر اپنے اپنے ٹھوٹ ہے تو پیش کریں۔“

”بہت بہتر۔ میں پیش کے دتا ہوں شہوت۔“ اسکلز کامران سامنے میز پر ڈھنڈ کر دیں۔ اسکلز جشید نے طرفی انداز میں کہا۔

”تو پھر۔ چیزیں نکال کر ہم نے میز پر رکھ دی ہیں۔ اس سے مرزا نے کہا۔

”یہ بات کس طرح ہابت ہو گئی کہ میں غدار ہوں۔“ باقر کمانی نے بڑی لازمی سے جواب دیا ہو گا۔ باقر کمانی نے جھلا کر کہا۔

”میرا اسکلز کامران مرزا۔“ اسکلز جشید سکراتے۔

”لیں!“ وہ بولے۔

”آپ ہی ہاتا دیں۔ کہ اس طرح یہ غدار کس طرح ہابت ہے ایسا کیا۔۔۔ لیکن باقر کمانی صاحب نے ایسا نہیں کیا۔“ اسکلز کامران سمجھے۔

”آپ۔ آپ کا مطلب ہے۔۔۔ میں بتاؤں یہ بات۔“ - وہ گفت

”اگر کیوں۔ آپ نہیں تاکتے۔ آپ نہیں ثابت کر سکتے۔“ انہوں نے منہ بٹایا۔

”اگر نے کو تو خیر میں کر سکتا ہوں۔“

”تو پھر اس میں گھبرانے کی کیا بات؟“ اسکلز جشید بولے۔ ”یہ۔۔۔ برائے مان۔۔۔ جائیں۔۔۔ گے۔“ انہوں نے ایک ایک کر

”آپ نے یہ بات کس طرح کہ دی۔ آپ کے پاس کیا شہوت کہا۔

”ماتھتے ہیں تو مان جائیں۔“

”آپ آپ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ میرے ٹیپارٹمنٹ کے ایک

”مسٹر باقر کمانی سوچیں آفسر صاحب۔۔۔ میں نے آپ لوگوں سے افسر کا نماق اڑا رہے ہیں۔۔۔ اگر آپ کے پاس ان کے خلاف کوئی درخواست کی تھی کہ اپنی اپنی چیزیں بیجوں سے نکال کر اپنے اپنے ٹھوٹ ہے تو پیش کریں۔“

”بہت بہتر۔ میں پیش کے دتا ہوں شہوت۔“ اسکلز کامران سامنے میز پر ڈھنڈ کر دیں۔ اسکلز جشید نے طرفی انداز میں کہا۔

”تو پھر۔ چیزیں نکال کر ہم نے میز پر رکھ دی ہیں۔ اس سے مرزا نے کہا۔

”یہ بات کس طرح ہابت ہو گئی کہ میں غدار ہوں۔“ باقر کمانی نے بڑی لازمی سے جواب دیا ہو گا۔ باقر کمانی نے جھلا کر کہا۔

”چلئے نہیں۔ یہ بھی سی۔“ انہوں نے کہا۔

”تو پھر پیش کریں شہوت۔“ صواتت خالد بولا۔

”جب ہم نے کہا کہ سماں نکال کر میز پر رکھ دیں تو آپ سب

”آپ ہی ہاتا دیں۔ کہ اس طرح یہ غدار کس طرح ہابت ہے ایسا کیا۔۔۔ لیکن باقر کمانی صاحب نے ایسا نہیں کیا۔“ اسکلز کامران سمجھے۔

"چاہیں کس نے گرایا ہے۔ بھر جال میں نے نہیں گرایا۔"

اُتر کرانی نے سکرا کر کہا۔

"کیوں جتاب صداقت خالد یہ آپ نے گرایا ہے۔"

"نہیں۔ بالکل نہیں۔" وہ پر زور لجئے میں بولے۔

"اور آپ نے؟" انہوں نے شرافت فیاضی سے پوچھا۔

"نہیں۔ بالکل نہیں۔"

اسی طرح انہوں نے باری باری ان میں سے ہر ایک سے

پوچھا۔ ہر ایک نے بھی کہا۔ نہیں۔ بالکل نہیں۔ آخر ان پکڑ

امران مرزا نے تک آکر کہا۔

"تب پھر۔ آخر یہ کس نے پہنچا ہے؟"

"آخر یہ ہے کیا۔ دیکھیں تو سی۔" یہ کہ کر باقر کرانی اس کو

خانے کے لئے آگے پوچھے۔

"من نہیں۔ آپ اسے ہاتھ نہیں لگائیں گے۔" ان پکڑ کامران

مرزا فوراً اس کے راستے میں آ گئے۔ اس طرح دونوں زور سے

کراکے

"یہ کیا۔ آپ نے مجھے کیوں بد کا؟"

"اس لئے کہ جس نے بھی یہ گرایا ہے۔ اس کی الگیوں کے

ذمہ اس آئے پڑیں۔ لذا ہم الگیوں کے ثناوات ملا کر یہ دیکھے

کئے ہیں کہ آگہ کس نے گرایا ہے۔"

مرزا نے کہا۔

"دیاغ تو نہیں چل گیا۔ کیا میری کری کے سامنے آپ کو سماں رکھا نظر نہیں آ رہا۔" باقر کرانی نے جلا کر کہا۔

"آ رہا ہے۔" یہیں۔ کوئی چیز آپ نے نیچے بھی گراتی ہے۔

"کیا۔ نہیں۔" باقر کرانی چلایا۔ پھر اس نے فوراً کہا۔

"نہیں۔" یہ قلطہ ہے۔ میں نے ایسا نہیں کیا۔"

"بھی دیکھے لیتے ہیں۔" یہ کیا مشکل ہے۔"

یہ کہ کر ان پکڑ کامران مرزا نے ایک ایک کر کے سب کی گریاں میز کے پاس سے ہٹا دیں۔

"یہ دیکھئے۔" یہ نیچے کیا پڑا ہے۔" ان پکڑ کامران مرزا نے نیچے پڑے ایک سیاہ رنگ کے ہٹن نما آٹے کی طرف اشارہ کیا۔

"مرے۔" یہ کیا ہے؟" صداقت خالد کے لجئے میں حیرت تھی۔

"یہ کرانی صاحب سے پوچھیں پہ یہ کیا ہے۔"

"مرزا ان پکڑ کامران مرزا۔ آپ کا ضرور دیاغ چل گیا ہے۔"

اُلٹہ میری کری کے پاس نہیں۔ سامنے کی کری کے پاس پڑا ہے اور اس کری پر غالباً" شرافت فیاض صاحب بیٹھے تھے۔"

"من نہیں۔" یہ میں نے نہیں گرایا۔"

"تب پھر کس نے گرایا ہے۔ آپ میں سے تو کسی نے گرایا ہے نا۔" ان پکڑ کامران مرزا نے کہا۔

"اوہ ہاں! بالکل ٹھیک ہے۔ یہ ضرور کرنا چاہیے"۔ صداقت خالد

پولے۔

"آپ لوگوں کو کوئی اعتراض تو نہیں۔ اگر ہم آپ کی الگیوں کے نشانات لے کر اس پر پائے جانے والے نشانات سے ملاں۔"

"نہیں۔ کوئی اعتراض نہیں"۔ سب نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے۔ اس پر باقر کمانی کو بھی اعتراض نہیں"۔
الپکڑ کامران مرزا مکرائے۔

"نہیں۔ بالکل نہیں"۔ اس نے فوراً کہا۔

"مگریا فرمایا۔ آپ کو کوئی اعتراض نہیں"۔ الپکڑ جشید نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں.... کوئی اعتراض نہیں"۔

"مکمل ہے۔ پھر... پہلے ہم اس آئے پر سے الگیوں کے نشانات انداز کر آپ لوگوں کی الگیوں کے نشانات سے ملاں گے، پھر جس کی الگیوں کے نشان اس پر پائے گئے۔ وہ خدار ثابت ہو جائے گا"۔

"لیکن کیسے؟" صداقت خالد نے حیران ہو کر کہا۔

"اس طرح کہ میں نے درخواست کی تھی کہ آپ لوگ جیسے نکال کر میر پر رکھ دیں تو پھر آپ میں سے کسی نے یہ نیچے کیوں گرایا۔ یہ کیا ہے۔ جس کو آپ ہماری نظروں سے چھپا چاہئے تھے"۔

"ٹھیک ہے۔ یہ واقعی عجیب بات ہے۔ آپ اپنا کام کریں"۔

صداقت خالد نے کہا۔

الپکڑ جشید نے اسی وقت پاؤڈر چھڑکا اور کیرے سے نشانات کی تصویر لے لی۔ فوراً ہی کیرے سے تصویر کل آئی۔

"اے یہ کیا۔ اس پر تو کوئی نشانات نہیں"۔ الپکڑ جشید
پر کھکھلے۔

"جیزت ہے۔ ان میں سے تو کسی کے ہاتھوں پر دستا نہیں
ہیں۔ پھر اس آئے پر نشانات کیوں نہیں آئے"۔ الپکڑ کامران مرزا
پولے۔

"ہو گئے ہے۔ اس آئے کی سطح ایسی بھائی گئی ہو جو الگیوں
کے نشانات فوراً ختم کر دے"۔

"اوہ ہاں! ضرور کوئی ایسی بات ہے"۔

"تب پھر۔ آپ اب کیسے ثابت کریں گے۔ کہ یہ آلہ کس
لے پھینکا ہے۔ اور یہ آلہ ہے کیا؟"

"یہ ایک انتہائی طاقت ور ژانسی ہے۔ اس ژانسی پر باقر
کمانی صاحب اشارجہ کو طلب کے راز بھیجتے ہیں"۔

"حد ہو گئی۔ پھر آپ نے میرا نام لیا"۔ باقر کمانی نے جھلک
کہا۔

"تو اور کیا کروں"۔

"پہلے یہ ثابت کریں کہ یہ آله میرا ہے اور اس کو میں نے گرایا پ کیا کہتے ہیں۔ یہ ثبوت کافی ہے یا اور فراہم کریں"۔
"کیا مطلب... کیا آپ اور ثبوت بھی دے سکتے ہیں"۔

"پھر... پھر کیا آپ اپنا جرم مان لیں گے"۔ اسپرٹر جشید بولے
لات خالد نے حیران ہو کر کہا۔
"ہاں مان لوں گا۔ اس لئے کہ نہ یہ آله میں نے گرایا ہے نہ
یہ میرا ہے۔ نہ مجھے اپنا جرم ماننے کی ضورت پیش آئے گی"۔ اس
لف پیش کر سکتے ہیں۔ دیسے تو یہ ثبوت بھی کچھ کم نہیں۔ آپ
نے بھتائے ہوئے انداز میں کہا۔
"اچھی بات ہے۔ اب اسپرٹر کامران مرزا آپ کا جرم ثابت
کریں گے"۔ اسپرٹر جشید مکارے
"ضور کیوں نہیں"۔ وہ بولے
لے گی۔ کیوں کہاںی صاحب۔ اب آپ کیا کہتے ہیں؟"

پھر انہوں نے اپنی کلامی کی گھری کا ایک بٹن دیلا۔ اس میں
بات خالد کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا۔ اس کا سرجحد
سے نہیں یہ قلم برآمد ہوئی۔ اس قلم کو عدسے کی مدد سے دیکھا گیا۔
اس میں ایک ہاتھ نظر آیا۔ اس ہاتھ میں وہ سیاہ رنگ کا آله تھا۔ پھر
اس ہاتھ نے آگلے نیچے گرایا اور میرز کے لور چلا گیا۔

لات خالد بولے
"آپ چاہیں تو یہ قلم بڑی کر کے آپ کوئی وی پر بھی دکھائی جا
سکتی ہے۔ میں نے اپنا گھری والا ہاتھ میرز کے نیچے کیا ہوا تھا۔ کیونکہ
میرا اندازہ تھا کہ آپ میں سے جو نگار ہے۔ وہ کوئی ایسی خیزہ چیز نہیں
گرانے کی کوشش کرے گا۔ سو آپ نے یہ کوشش کی اور میری گھری
میں موجود کمرے نے یہ قلم بنا لی۔ آپ اس ہاتھ کو دیکھ لیں۔ کلامی
پر جو گھری ہے۔ وہ باقر کلامی کی ہے۔ باقر کلامی صاحب۔ اب

بازادہ بڑے پھنسے ہیں۔ ہم تو انہیں باہر نکالنے کے قابل نہیں

جا سکتی ہیں۔"

"افسوس! آپ اس حد تک گرفتے ہیں۔ اور کیسی نہیں۔" "کوئی نہ کوئی طریقہ تو سوچنا پڑے گا۔ ورنہ وہ تو اندر بھوکے دوسرے سرکاری حکاموں میں بھی ایسے بہت سے لوگ موجود ہیں۔ مرجاں ہیں گے۔" "اب ہمیں بہت تجزی سے کام کرنا ہے۔ صداقت صاحب۔" ہم "عن نہیں۔ ایسا نہ کہیں۔ ہم اپنی جان پر کھیل کر بھی انہیں آپ ان کی نشان دہی پر بہتر آمد کرائیں۔ ہم دوسرے حکاموں کے لئے نکالنے کے۔" طرف توجہ دیتے ہیں۔ اب ہمیں بھکلی کی سی تجزی سے حرکت میں "اور اگر رانور ہاتھ نہ آیا تو بھی ہمیں افسوس رہے گا۔" پڑے گا۔"

"اے! ہم نے صدر صاحب کو فون کیا ہی نہیں۔ ہاں یہ اور وہ حرکت میں آگئے۔ چند گھنٹے بعد انہوں نے کمی وفاتر خدار گرفتار کر لے اور ہم برآمد کرائے۔ یہ ان کی بہت بڑی کامیابی رہے گا۔ رانور اپنی ضرورت کو آئے گا۔ جب ہم سرحد پر پہنچی۔ وہ مسلسل اس کام میں مصروف رہے۔ یہاں تک کہ جنگ چھینگ دیں گے۔" انہوں نے فوراً صدر صاحب کو فون کیا۔ جلد ہی ان کی آواز انہوں نے محسوس کر لیا کہ اب کوئی بھکر ایسا نہیں رہ گیا۔ جس میں کوئی بہرداری نہیں۔

کوئی بہرداری ہو۔ تب انہوں نے پہاڑی علاقے کا ریخ کیا۔ "سوپر اسکٹر جیشید بات کر رہا ہوں۔"

"ہمیں اب تک رانور کے پارے میں کوئی اطلاع نہیں تھی۔" "بہت افسوس تاک صورت حال ہے جیشید۔ سونے کا جمازن ہم کو اس نے ابھی تک ملک سے باہر جانے کی کوئی کوشش نہیں کی۔" ایسے ہیں۔ سرحدوں سے ہمیں فوجیں ہٹانا پڑ رہی ہیں۔ اثر اسکٹر جیشید نے کہا۔

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ رانور نکل گیا ہو اور اس کو کوئی نہ دیکھ دے۔" "بے شکار ہو گیا ہے۔ کیا یہ ہم لوگوں کی عمل ترین نگست نہیں ہے سکا ہو۔"

"ہاں! اس بات کا بھی نہ دست امکان ہے۔ خوب۔ پہلے کام کریں۔" "ہمیں اپنے ساتھیوں کے لئے کچھ کرنا ہے۔ کیونکہ وہ بے چارے۔"

”تو جیس دوبارہ سرحد پر لگا دیں اور جگ میں پلے کی نسبت بائی چٹان تما عمارتوں کے اندر ان کے ساتھیوں کا کیا حال ہو گا۔“

”کہا زیادہ تجزی پیدا کر دیں۔“

کامران مرزا مکارے

”لگ کیوں۔ ایسا کیوں کیا جائے۔ یہ بھی تو تھا تھا۔“

”اب اس کی چکر کھانے کی ہاری ہے۔“ اپکل جمیش نے مدد

”خداوند ہمارے نہ جانے کتنے عجھے اڑا کر رکھ دے گا۔“

”خیل اڑائے گا۔ سانپ کو اس کے مل سے نکلنے کے لئے۔“

”وہ یہاں ہو گا تو چکر کھانے گا تا۔ لیکن ایسا محسوس ہوتا

ہے۔ جیسے اب وہ ملک میں نہیں ہے۔ نکل کر جا پا کا ہے۔“

”حیرت تو ایطال اور جہال پر ہے۔ وہ اس کیس سے اس طرح

”سرابھی آپ کچھ نہ پوچھیں اور پے لکھ رکھ کر فوجیں سرحد پر ہب ہو گئے۔ جیسے گھرے کے درست سینگ۔“

کا دیں۔“

”ہوں۔ ہا نہیں۔ وہ اس طرح جانے والے تو نہیں تھے۔“

”میرا خیال ہے راثور نے اسیں نہ دستی داہیں بھیج دیا ہے۔“

اور پھر وہ چٹاؤں کے پاس پہنچ گئے۔ یہاں تک کہ اسیں گاڑی

سے اترنا پڑا۔ اب ان کا اوپنجھائی کی طرف پیدل سفر شروع ہوا۔

ایسے میں اپکل جمیش نے اوپر کی طرف دیکھا اور ان کی آنکھیں مارے

”حیرت کے پہلیں گئیں۔“

”بچو کامران مرزا۔ بے شمار پتھر اور سے نیچے آ رہے ہیں۔“

اپکل کامران مرزا نے اوپر کی طرف دیکھا اور پوچھ لائے

”اے باپ رے۔ یہ تو ایسا لگتا ہے جیسے پتھروں کا لکھر لڑکتا

خوف بہت محسوس ہو رہا ہے۔“

”کوئی پرواہ کریں۔“ اپکل جمیش بولے

”آنھوں نے قون بند کر دیا۔ اب ان کا رخ پھاڑیوں کی طرف

خدا۔ ان کے دل و حک کر رہے تھے اور وہ سوچ رہے تھے۔“

”تو جیس دوبارہ سرحد پر لگا دیں اور جگ میں پلے کی نسبت بائی چٹان تما عمارتوں کے ساتھیوں کا کیا حال ہو گا۔“

”کہا زیادہ تجزی پیدا کر دیں۔“

”لگ کیوں۔ ایسا کیوں کیا جائے۔ یہ بھی تو تھا تھا۔“

”اب اس کی چکر کھانے کی ہاری ہے۔“ اپکل جمیش نے مدد

”خداوند ہمارے نہ جانے کتنے عجھے اڑا کر رکھ دے گا۔“

”خیل اڑائے گا۔ سانپ کو اس کے مل سے نکلنے کے لئے۔“

”ہمیں ایسا کرتا ہو گا۔“

”دیکھا مطلب؟“

”سرابھی آپ کچھ نہ پوچھیں اور پے لکھ رکھ کر فوجیں سرحد پر ہب ہو گئے۔ جیسے گھرے کے درست سینگ۔“

کا دیں۔“

”اور اگر۔ سرکاری عمارت ملے کا ذہر بن گئی۔“

”تب بھی۔ اللہ مالک ہے۔ لیکن میرا اور اپکل کامران مرزا

کا خیال ہے کہ ایسا نہیں ہو گا۔“

”اوہ۔ تو اپکل کامران مرزا بھی ہمارے ساتھ ہیں۔“

”میں سو۔ اور اپکل جمیش نیک کہ رہے ہیں۔“

”اچھی بات ہے۔ تم کہتے ہو تو میں ایسا کیے رہا ہوں۔“

خوف بہت محسوس ہو رہا ہے۔“

”کوئی پرواہ کریں۔“ اپکل جمیش بولے

”آنھوں نے قون بند کر دیا۔ اب ان کا رخ پھاڑیوں کی طرف

خدا۔ ان کے دل و حک کر رہے تھے اور وہ سوچ رہے تھے۔“

رہائی اور جنگ کا آغاز

”کیا ہو گیا بھتی..... کیا سونی انک گئی ہے زبان کی“۔ رفتہ

بھی

”وفہ..... وہ کیا پڑا ہے“۔ اس نے انگلی سے اشارہ کیا۔
انہوں نے اس سمت میں دیکھا۔ وہاں منور علی خان کا بیگ پڑا
نظر آیا۔ وہ زخمیوں کو اور چھوٹوں کو بھول کر بیگ کی طرف دوڑ
پڑے۔ سورج کی تیز و حوب نے ان کے جسموں میں پھر سے حرارت
پیدا کر دی۔ ورنہ وہ خود کو غصرا ہوا محسوس کر رہے تھے۔ آخر دہ
بیگ تک پہنچ گئے۔ اس کو کھول کر دیکھا۔ بیگ میں ہر پیڑ م موجود
تھی۔

”جیرت ہے..... مثل اور علی خان اپنا بیگ باہر کیے بھول
گئے“۔

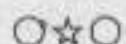
”حد ہو گئی..... اب ان کا نام بھی بدل ڈالا۔ وہ بھولے ہیں....
غایبا“۔ بیان بوجھ کر چھوڑ گئے۔ کہ کام آجائے گا۔“

”خی..... جو بھی ہے..... اس وقت یہ بیگ..... ٹھارے لئے بھیت

”یعنی یہ ان پتھروں کو سوچی کیا ہے“۔ اسپکٹر جمیل مکرانے
اسپکٹر کامران مرزا بھی نہ پڑے اور پھر انہوں نے بھل کی مل
اچھل کو دکھنے کا اعلان پتھروں سے بچانا شروع کیا۔ اور اپر سے آئے
والے پتھروں کا سلسلہ مسلسل جاری تھا۔

”جیرت ہے۔ ان پتھروں کو آخر ہو کیا گیا ہے۔ رکھی میں
رہے۔“۔ اسپکٹر کامران مرزا بولے
اسپکٹر جمیل پہنچنے لگے۔ ساتھ میں وہ اچھل کو دکھنے کا بھی
رہے تھے اور نہ بھی رہے تھے
”گلنا ہے۔ پتھر پاکل ہو گے ہیں۔“

”آہا۔ ہم اس چین کے بیچے پناہ لے سکتے ہیں۔ جب یہ
پتھروں کا طوفان رک جائے گا۔ اس وقت اپر چلیں گے اور دیکھیں
گے کہ آج یہ ان پتھروں کو کیا سوچی۔“
دونوں چین کی طرف بڑھے ہی تھے کہ ان کے منہ کھلے کے کھلے
گے۔



ترین چیز ہے۔ فرزانہ نے کہا۔

قاروق نے آنکڑے والی رسی نکالی اور اس چنان نما عمارت کی طرف چل پڑے۔

”اب یہ آنکڑا سوراخ سے نیچے جا گرے گا۔ اور ہمارے باقی ساتھی باہر آ جائیں گے۔ چنان کے اوپر سے نیچے آنے کے لئے بھی اپنی لوٹکنے اور چوٹیں کھانے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ اس لئے کہ یہ لوگ رسی پکڑ کر نیچے سرک آئیں گے۔“

”وہ تو نمیک ہے۔ لیکن انکل منور علی خان اور خان رحمان کو بھی کیسے باہر نکالیں گے۔“

”اوو۔ ان کا مسئلہ نیچہ ہے۔ خیر پسلے اس طرف والے ساتھیوں کو تو باہر نکالیں گے۔“

یہ کہ کر قاروق آنکڑے والی رسی کو سمجھانے لگا ساتھی عی اس نے الو کی آواز حلق سے نکالی۔ چنان نما عمارت سے بھی الو کی آواز ابھری۔ ادھر قاروق نے آنکڑا چھوڑا۔ وہ تمکی طرح چھٹی کی طرف گیا۔ چھٹی سے گمراہا اور واپس آگرا۔ اس نے پھر رسی کو سمجھانا شروع کیا۔ پھر آنکڑا چھوڑا۔ اس طرح اس نے کئی بار کوشش کی۔ آخر آنکڑا سوراخ میں گر گیا۔ لیکن آنکڑا اتنا وزنی نہیں تھا کہ رسی کو سمجھنے کر نیچے سرکتا چلا چاہتا۔ قاروق نے رسی کو کئی جھٹکے دیے۔ لیکن آنکڑا نیچے نہ سرکا۔ ادھر اندر موجود باقی ساتھی آنکڑے کو آتے دیکھے

چکے تھے اور قاروق کی مشکل ان کی سمجھ میں آ پھی تھی۔ لہذا انہوں نے فوراً انسانی سیڑھی بنا لی۔ اور آنکڑے کو پکڑ کر سمجھنے لیا۔ اب اس رسی کے ذریعے وہ ایک ایک کر کے اوپر چڑھنے لگے۔ اور سوراخ سے نکل کر رسی کے ذریعے ہی چنان سے اترنے لگے۔ اس طرح سب ساتھی باہر آگئے۔

”اب ہم انکل خان رحمان اور انکل منور علی خان کا کیا کرس؟“
”یہ بہت ٹیڑھا مسئلہ ہے۔ اور کم از کم مجھے تو دور دور تک اس مسئلہ کا حل نظر نہیں آتا۔“ محمود بولا۔

”اللہ تعالیٰ حل سمجھا سکتے ہیں۔“ پروفیسر صاحب بولے۔

”فرزانہ فرحت۔ رفتہت اپنے ترکیبوں بھرے داغنوں کو آوازیں دے۔ اور کوئی ترکیب ان سے پوچھو۔ جس سے ہم اپنے دونوں انکلوں کو بھی باہر نکال لیں۔“

”وہ مارا۔ آگئی ترکیب ذہن میں۔“ فرزانہ فوراً بولی۔

”حیرت ہے۔ اور ہر میں نے کما اور ادھر ترکیب ذہن میں آ گئی۔“

”ہاں ایسا بھی ہوتا ہے۔“ فرزانہ نے کہا۔

”اچھا خوبی۔ ترکیب حاضر کرو۔“

”تم کوئی ہادشاہ ہو۔ کہ تمہارے سامنے کوئی چیز حاضر کرو۔“ فرزانہ نے بھتنا کر کہا۔

"اچھا بایا۔ تم بادشاہ ہو۔ میں رعایا۔ تم ترکیب جاؤ۔"

قاروق نے بھٹا کر کہا۔

"لیکن فرزانہ بادشاہ کیسے ہو سکتی ہے۔ ہاں تک شرور ہو سکتی

ہے۔ بلکہ شہزادی۔"

"حد ہو گئی۔ ترکیب سے کہاں بچنے گے۔" آصف نے تملکاً کر کہا۔

قاروق آنکھا چھپی کے اوپر سے گزار کر دوسری طرف پھینکا۔

"کیا مطلب؟" قاروق پوچھتا۔

"اب میں مطلب کس بات کا جاؤں۔" اس نے من نہیا۔

"اچھا۔ میں سمجھ گیا۔"

اس نے کہا اور آنکھا سمجھا کر دوسری طرف پھینکا۔

" محمود۔ آصف۔ شوکی تم تینوں دوسری طرف جاؤ اور آنکھے کو مضبوطی سے تھام لو۔ اس طرف سے قاروق اوپر چھپی تک چڑھے گا اور سوراخ کرے گا۔"

"بہت خوب! مان گیا تمہیں۔" محمود نے خوش ہو کر کہا۔

پھر انہوں نے ایسا ہی کیا۔ قاروق اس طرح چھپی تک بچنے کیا۔ اور اس نے مستھلیل کیڑے اکھاڑا لائے۔ اس طرح سوراخ ملن کیا۔

"بہت خوب قاروق۔ مان گے ہم تمہیں۔" بچنے سے خان

رحمان کی آواز سنائی دی۔

"حیرت ہے انکل۔ آپ آج مانے۔ پہلے نہیں۔" قاروق نے بر اسامدہ بٹایا۔

"اوہ نہیں۔ پہلے ہی سے مانتے ہیں۔" خان رحمان ہے۔

"محمود۔ آنکھا چھوڑ دو۔ تاکہ میں رسی بخی لکھا سکوں۔"

"اوکے۔" تینوں ایک ساتھ ہو گئے۔

آنکھا چھپی لکھا گیا۔ اس طرح دونوں باری باری اوپر آگئے۔ اور پھر رسی کے ذریعے بخی اتر گئے۔

"خدا کا شکر ہے۔ ہم ان دونوں قید خانوں سے باہر تو نہیں۔"

منور علی خان ہو گئے۔

"لیکن۔ اب کیا پرد گرام ہے۔"

"ہم نہیں جانتے۔ الیجان اور انکل کہاں ہیں۔ پرد گرام تو وہ پتا نہیں کے۔"

"ہاں یہ بھی نہیک ہے۔ خیر ہم یہاں سے شر کا رخ تو کر کے ہیں۔"

"بانکل نہیک۔"

انہوں نے واپسی کا سفر شروع کیا ہی تھا کہ ایک جگہ ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

ایک تیری چنان لما مبارت ان کے سامنے تھی۔

"اف مالک۔ کمیں یہ راثور کا ہیڈ کوارٹر تو نہیں۔ اور وہ اس میں بیٹھ کر ہم لوگوں سے بات چیت کرتا رہا۔"

"شاید ایسا ہی ہے۔ لگے ہاتھوں اس کو بھی دیکھتے چلتے ہیں۔"

"کمیں کسی نئی مصیبت میں نہ پھنس جائیں۔" شوکی بولا۔

"پھر... کیا کرنا چاہیے۔"

"اس وقت بے شک راثور بہاں نہیں ہے۔ اور شاید اس کا کوئی ماتحت بھی نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی ہمیں کوئی خطرہ مول نہیں لیتا چاہیے۔ ہمارے لیے یہی بست ہے کہ اس تیسری عمارت کا پہاڑ گیا ہے۔"

"چھا ٹھیک ہے۔ فی الحال شر چلتے ہیں۔ وہاں حالات کا پہاڑ چلے گا اور ہو سکتا ہے۔ انگلز سے بھی ملاقات ہو جائے۔" آصف بولا۔

وہ جانے کے لیے مل گئے۔ عین اس وقت انہوں نے دور سے کسی کو اوپر آتے دیکھا۔

"یہ یہ کون آ رہا ہے؟" فرحت نے بوكھلا کر کہا۔

"کم از کم ایا جان تو ہو نہیں سکتے۔" آفتاب کی آواز ابھری۔

"اور نہ ہی اکل جشید ہیں۔" آصف نے کہا۔

"تب پھر... کون ہے۔ اور اس طرف اس کا کیا کام؟"

"میرا خیال ہے۔ تھیں اس چنان کی اوٹ میں ہو جانا

چاہیے۔" خان رحمان جلدی سے بولے۔

"اوہ ہاں ٹھیک ہے۔" منور علی خان نے ان کی تائید کی۔

"جہاں تک میرا خیال ہے۔ یہ راثور ہے۔" فرزانہ نے بفور اس کی طرف دیکھا۔

"کیا.... راثور۔" وہ ایک ساتھ بولے۔

"ارے باپ رے۔ اگر یہ راثور ہے تو ہم سب خطرے میں ہیں۔" شوکی نے بوكھلا کر کہا۔

"نہیں۔ اب اسے خطرہ میں گھرنا ہو گا۔" محمود پر عمر لجھے میں بولا۔

"کیا مطلب؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

"وہ یقین ہے۔ ہم اوپر۔ اس کے نزدیک آنے سے پہلے ہم دور پرے سنبھال سکتے ہیں۔ اور اپنے پاس پتوں کے ڈھیر جمع کر سکتے ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"تمہارا مطلب ہے۔ ہم اس کا مقابلہ کریں گے۔" آصف پوکنا۔

"ہاں اور کیا۔"

"لیکن وہ راثور ہے۔ چھلاوہ نہ انسان۔ ہمارے پتوں کی زندگی نہیں آئے گا۔"

"آج وہ بے خبر ہے۔ ہمارے پھر ایک ساتھ اس کی طرف

”اب ہمیں تیاری شروع کرونا چاہیے۔“
وہ اس کام پر جوت گئے۔ لیکن اس طرح کہ رانور انہیں دیکھنے
لئے یوں بھی وہ اپنی دھون میں چلا آ رہا تھا۔ اور وہ شاید سوچ بھی
نسیں سکتا تھا کہ وہ چنان مقام عمارت سے نکل سکتے ہیں۔ اس کے خیال
میں تو یہ ممکن ہی نہیں تھا۔“

ان کے ہاتھ پر بکلی کی سی تیزی سے حرکت کرنے لگے۔ ہر
ایک نے پہلے اپنا سورچہ مقرر کیا تھا اور پھر اس سورچے میں پھرڈھیر کر
بہا تھا۔ خان رحمان نے ان سورچوں کا جائزہ لے کر پدایا۔ دی
قیس۔ اورہ منور علی خان اپنے سورچے میں بیٹھے اپنی شکاری چیزوں
سے بھڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے ابھی تک ایک پھر بھی سورچے میں
نہیں رکھا تھا۔

”آپ پھر جمع نہیں کر رہے انکل۔“ آفتاب کے لجے میں جوت
تمھی۔

”نہیں۔ میں اس بار صرف اپنے شکاری ہتھیار کام میں لاوں
کا۔“

”اچھا! اب ہاتھ بہت پچھی آواز میں۔ کہیں اس کے کالوں
میں بھٹک نہ پڑ جائے۔“

”ہاں! یہ کسی ٹھیک ہے۔ بات کرنا بھی ہو تو اشارے میں۔“
خان رحمان نے سورچے کچھ اس طرح ترتیب دیے تھے کہ وہ

جانیں گے۔ کیا خیال ہے انکل؟“ محمود نے خان رحمان اور منور علی
خان کی طرف دیکھا۔
”میرا خیال تو یہی ہے کہ یہ جنگ ہونی چاہیے۔“ خان رحمان
بولے۔

”میں بھی بھی کہتا ہوں۔“

”بلکہ ہم بھی کہتے ہیں۔“

”تو پھر ٹھیک ہے۔ آج یہ معزکہ ہو ہی جائے۔“ اخلاق نے
کہا۔

”تو پھر بسم اللہ کریں۔“ شوکی مسکرا یا۔

”لیکن یہاں بے چارے فی ایس ایم صاحب بھی ہیں۔“ فردت
مسکرا لی۔

”تو پھر۔ اس سے کیا ہوتا ہے۔ میں کوئی بیرون ہوں۔ چد
پھر تو میں بھی پھینکتی دوں گا۔“ فی ایس ایم نے براسامنہ بنایا۔

”یہ اور بات ہے کہ وہ پھر رانور کو نہ لگیں۔“ آفتاب نے مذاق
اڑانے والے انداز میں کہا۔

”پھر پھینکنا میرا کام ہے۔ نشانے پر لگانا اللہ کا کام ہے۔“ فی
ایس ایم یک دم سمجھیے ہو گیا۔

”اوہ ہاں! یہ بات ہزار قیحد درست ہے۔ بلکہ اس سے بھی
کہیں زیادہ درست ہے۔“ اشخاق نے فوراً کہا۔

ایک دوسرے کو دیکھتے تھے... لیکن سامنے سے آئے والا انہیں نہیں وقت کہاں ہیں... انہیں شاید خیال بھی نہ ہو کہ ہم یہاں کس دیکھ سکتا تھا.... جب تک کہ وہ پوری طرح انہ کر کھڑے نہ ہو
بہت حال سے دوچار ہیں۔“ - آصف نے جلدی جلدی کہا۔
چائیں... اس صورت میں بھی ان کے صرف مر نظر آئے تھے... اور
آج خان رحمان کی فوجی مہارت خوب کام آئی تھی۔ اب دیکھنا یہ تھا
کہ منور علی خان کی شکاری زندگی کس کام آتے والی تھی... اور ان
کے پتھر کیا کام دکھانے والے تھے... کیونکہ مقابلہ کسی عام انسان سے
نہیں تھا۔ دنیا کے طاقت ور ترین انسان سے تھا... نہ صرف یہ کہ
طاقت ور ترین... بلکہ پتھریلے ترین انسان سے بھی.... یہ اور بات ہے
کہ آج اس وقت وہ ان کی زوپر آئے والا تھا۔ اور یہ خبر بھی۔
خود اُر کر کے اسے نشانہ بناتا تو قریب قریب ہست عی مشکل تھا۔

”لیکن.... سوال یہ ہے... کہ یہ واپس کیوں آگیا ہے... ہم
لوگوں کے خیال کے مطابق تو اسے اس وقت تک اشارا جو پہنچ جانا
چاہیے تھا۔“ ایسے میں منور علی خان کی سرگوشی ان کے کانوں میں^{آئی}.... اشاروں میں بات کرنے کے لیے بھی تو پہلے سرگوشی سے ابتداء
کرنے کی ضرورت تھی۔

”یہ واقعی بیجی بات ہے... اور یہ سوال میرے ذہن میں بھی
گو بجا رہا ہے۔“ فرزانہ نے ان کی طرف منہ کر کے اشارے سے کہا۔
”وہ خود بتا دے گا کہ کیوں واپس آگیا ہے۔“ محمود بولا۔

”خیر دیکھا جائے گا۔ اور میں سوچ رہا ہوں.... ایجاداں اور انکل

ایک دوسرے کو دیکھتے تھے... لیکن سامنے سے آئے والا انہیں نہیں
بہت حال سے دوچار ہیں۔“ - آصف نے جلدی جلدی کہا۔
”اور اس وقت تک کیا کام دکھا چکے ہیں۔“ فاروق کے ہونٹ
”ہاں واقعی.... وہ جب لوٹنے گے تو حد درجہ حیران ہوں گے۔“
نمٹ پولی۔

”چاہیں نہیں وہ حیران ہوں گے یا پریشان.... کیونکہ ابھی ہم کچھ
ہیں کہ سکتے... جنگ کس کوٹ بیٹھتی ہے۔“ - محض نے پر اسامنے
لٹتھ ہوئے کہا۔

”بھی امید تو اچھی رکھو۔ حوصلہ جوان رکھو... جو لوگ میدان
لک میں حوصلہ پہلے ہی ہار دیتے ہیں.... وہ جنگ بھی پہلے ہی ہار جاتے
ہیں۔ یعنی شروع ہونے سے پہلے ہی۔“ - خان رحمان مکراۓ
اور پھر انہوں نے اشاروں میں بات چیت بھی بند کر دی۔
لیونکہ اب راثور کافی نزدیک آ گیا تھا۔ اور وہ اپنے ہاتھوں میں پتھر
لے چکے تھے۔ منور علی خان کے ہاتھ میں البتہ کوئی پتھر نہیں تھا۔ ان
کے ہاتھ میں لوہے کا بیان ہوا ایک عجیب و غریب سا تھیار تھا۔ وہ ان
سے پوچھتا چاہئے تھے کہ وہ کیا ہے۔ لیکن پوچھنے کے لئے اب احتیاط
ناٹھا ہی تھا۔
راثور کے نقوش بھی انہوں نے صاف دیکھ لے تھے۔ ان کے

دل دھک دھک کر رہے تھے۔ اس وقت اگرچہ وہ بہت مضبوط پوزیشن کے ایک تیری سمت میں بڑھنے لگا تھا۔ وہ پریشان ہو گئے۔ اس میں تھے۔۔۔ لیکن رانور کی خطرناک ان کے ذہنوں میں موجود تھی۔ اور ان کی تمام تیاریاں وہری کی وہری رہ جاتیں۔ اس سے پہلے پھر اس وقت اپکڑ جشید اور اپکڑ کامران مرزا ان کے ساتھ نہیں ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ جاتے۔۔۔ انہوں نے خان رحمان کی تھے۔۔۔

انہوں نے آسمان کی طرف دیکھا۔۔۔ آسمان پاکل صاف تھا۔۔۔ "مگر ان کی ضرورت نہیں۔۔۔ وہ اس طرف آئے گا۔۔۔ شاید سورج سر پر تھا۔۔۔ اور اس وقت سروی زیادہ محسوس نہیں ہو رہی۔۔۔ کاپنا تھکانا ان کے علاوہ کسی تیری چٹان نما عمارت میں ہے۔۔۔ وہ تھی۔۔۔ خان رحمان نے ہاتھ ہلا کر ان سب کو اپنی طرف متوجہ کیا۔۔۔ اس میں جائے گا۔۔۔ پھر ہم سے آلات کے ذریعے بات کرنا چاہے۔۔۔ لیکن جب بات نہیں کر سکے گا تو یوں کھلا کر اس جگہ سے باہر لٹکے گا اور اشارے سے ہدایات دی۔۔۔

"سب کے ایک ساتھ جملہ کریں گے۔۔۔"

انہوں نے سر ہلا دیے۔۔۔ جوں جوں رانور نزدیک ہو رہا تھا۔۔۔ ان کے دلوں کی وہری کن تیز ہو رہی تھی۔۔۔ وہ جانتے تھے۔۔۔ گر پھر ان نے اس کا کچھ نہ بگاڑا۔۔۔ تو پھر وہ گئے کام سے۔۔۔ اس صورت میں رانور ان سب پر حاوی ہوتا۔۔۔ اور انہیں اخفا اخفا کر پھینک سکتا تھا۔۔۔ پہلے ان کے ہاتھوں میں نہیں دیکھا تھا۔۔۔ اس وقت تک وہ رانور سے کوئی جگہ بھی باقاعدہ نہیں جیت سکتے۔۔۔ پھر انہوں نے رانور کی طرف دیکھا۔۔۔ وہ ان کی نظروں سے تھے۔۔۔ جب کہ وہ انہیں کئی بار ٹکست دے چکا تھا۔۔۔ یہ اور بات ہے کہ وہ اپنی ترکیبیں اور عقل مندوں کے مل پر پچھے رہے تھے۔۔۔ اور رخان رحمان کا خیال درست ثابت ہو گیا۔۔۔ رانور حیرت نزد چڑھے چڑھے پوری طرح رانور انہیں بھی اپنے قابو میں نہیں کر سکا تھا۔۔۔ تاہم اب تک رانور کا پلہ بھاری تھا۔۔۔ وہ دوسری کی طرف آتا یا پہلی کی طرف۔۔۔ بات ان کے لئے ایک اچانک رانور کا رخ دوسری کی طرف تبدیل ہو گیا۔۔۔ وہ ان دونوں عمارت کی دل تھی۔۔۔ وہ مورپھے اس عمارت سے مقرر کیے گئے تھے کہ وہ ہر حال

میں ان کی ند پر آ جاتا اور وہ جنے کے لیے تیار ہو گئے۔ پھر انہوں نے اپنے ہاتھوں میں لے لے تھے۔ اور انہیں برا بر قول رہے تھے۔ ایسے میں ان کے دلوں کی دھڑکنیں عوج پر پھین گئیں۔ اس سے پہلے شاید زندگی میں بھی ان کے ذل اس قدر نور سے نہیں دھڑکے تھے اور پھر رانور ان کی ند پر آ گیا۔ انہوں نے اللہ کا نام لیا اور ایک ساتھ ان کے ہاتھ حرکت میں آئے۔ ایک ساتھ انہوں نے پھر چھیکے۔ اتنے میں منور علی خان کا ہاتھ حرکت میں آیا اور انہوں نے تو وہ بالکل بے خبر تھا، دوسرا پھر ایک نصف دائرے کی صورت میں اپنا آکہ چھینک مارا۔ اور سر بھی ایک دم پیچے کر لیا۔ کہ کہیں «چھیکے گے تھے۔۔۔ اب وہ ان سب میں سے پہلا بھی تو کہتے پھر انہوں کے حصار میں نہ ہو اور پھر واپس انہیں نہ آ لگیں۔

پھر انہوں نے تیر کی طرح رانور کی طرف جاتے دیکھے۔

○☆○

بے شمار پھر ایک ساتھ رانور کے جسم سے گمراہے تھے۔ ایک لمحہ میں شمار پھر ایک ساتھ رانور کے جسم سے گمراہے تھے۔ ایک لمحہ میں شمار پھر علی خان کا ہاتھ حرکت میں آیا اور انہوں نے تو وہ بالکل بے خبر تھا، دوسرا پھر ایک نصف دائرے کی صورت میں اپنا آکہ چھینک مارا۔ اور سر بھی ایک دم پیچے کر لیا۔ کہ کہیں «چھیکے گے تھے۔۔۔ اب وہ ان سب میں سے پہلا بھی تو کہتے پھر انہوں کے حصار میں نہ ہو اور پھر واپس انہیں نہ آ لگیں۔

پھر انہوں نے تیر کی طرح رانور کی طرف جاتے دیکھے۔

”وہ مارا۔۔۔ خان رحمان چلا۔۔۔

”ہمیں۔۔۔ یہ آواز تو خان رحمان کی ہے۔۔۔ انہوں نے اسکے جشید کی آواز سنائی دی۔

”اڑے۔۔۔ ایجاداں۔۔۔ آپ آگئے۔۔۔ محمود چالا۔۔۔

”نہ صرف میں۔۔۔ بلکہ میرے ساتھ اسکے کامران مزرا بھی آ گئے ہیں۔۔۔

”تب تو ڈبل مارا۔۔۔ آفتاب نے بلند آواز میں کہا۔

”یکن تم لوگ ہو کہاں۔۔۔ ہمیں نظر کیوں نہیں آ رہے۔۔۔

شروع کریں

انپکڑ کامران مرزا نے برا سامنہ بنا�ا۔

"یہ کاری گری کشل۔ اودہ سوری الکل خان رحمان کی ہے۔
آم اس وقت مورچوں میں دبکے ہوئے ہیں۔"

"اب مورچوں میں رکے رہنے کی ضرورت نہیں۔ اٹھ کر اوم
آجاو۔"

"لیکن ابھی ہمیں یہ معلوم نہیں ہے کہ ہمارے پیچے ہوئے
پچروں نے رانور کا کیا حال کیا ہے۔"

"وہ ہمارے سامنے بالکل بے ہوش پڑا ہوا ہے۔"

"آہا.... تب کمی پار وہ مارا۔" مکھن چلا�ا۔

اور پھر وہ دوڑتے ہوئے ان تک پہنچ گئے۔ رانور واقعی مکمل
طور پر ساکت پڑا تھا۔ اس کے جسم سے کمی جگلوں سے خون بہ رہا
تھا۔

"لیکن ہم حد درجے حرمت نہ ہیں۔ آخر آپ لوگ ان چڑیں
نمایمارات سے کیے کل آئے۔"

"یہ لمبی کمائی ہے۔" منور علی خان مکرارے۔

"لیکن ہم نہیں گے ہزار داستان سے تو لمبی نہیں ہوگی۔" انپکڑ
کامران مرزا مکرارے۔

"ہاں خیر۔ اتنی بھی لمبی نہیں۔"

اور پھر انہوں نے باہر نکلنے کی تفصیلات، پھر رانور کو تھاتے ہوئے

دیکھنے اور اس کا پچروں سے مقابلہ کرنے کی تمام تفصیلات سنائیں۔

"یہ سب کچھ بہت زیادہ شاذار ہے۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے
تھے کہ اس کیس کا انجام اس طرح ہو گا۔ آپ لوگ مبارک ہاد کے
مختف ہیں۔۔۔ لیکن یہ مبارک ہاد آپ کو صدر مملکت دیں گے۔ اور
پورا ملک مبارک ہاد کا مظفر دیکھے گا۔"

"یہت خوب۔ لیکن پورا ملک کس طرح دیکھے گا۔" آنتاب
کے لیے میں بلا کی حیرت تھی۔

"بھی ٹوپی اور کس طرح۔" آصف نے منہ بنا�ا۔

"وہت تیرے کی۔ اتنی ہی بات بھی سمجھے میں نہیں آئی۔"

محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

آپ وہ رانور کے ارد گرد کھڑے ہو گئے۔ پوفیزدا اوڈ نے اس
کا بغور جائزہ لیا پھر سیدھے ہوتے ہوئے بوٹے۔

"زندہ ہے۔۔۔ لیکن زخموں سے چور۔ اب اٹھ کر لڑنے بھرتے
کے قابل تو ہرگز نہیں ہے۔"

"تب پھر اسے اخاکر شر لے چلتے ہیں۔"

"ہاں! لیکن ہمیں اس کا بھی انتظام کرنا ہو گا کہ یہ فرار نہ ہو
جائے۔ انپکڑ جمید نے تجویز پیش کی۔"

"ہاں! یہ بہت ضروری ہے۔۔۔ خیر کر لیں۔ ارسے یہ کیا۔۔۔
اس کے ایک پیر سے کیا چیز چھپی ہوئی ہے۔"

انہوں نے دیکھا... ایک عجیب و غریب سی سیاہ رنگ کی چیز رانور کے دائیں پریس سے نئے نئے چل کی ہوئی تھی۔
”یہ میرا ایک جنگلی ہتھیار ہے۔ شیر، ہاتھی اور گینڈوں کو گراتے میں کام آتا ہے۔ میں سوچا تھا کہ کیوں نہ اس کو رانور پر آنا دیکھوں۔“

”اور مجھے یہ ہے کہ پچھوں کے ساتھ اگر یہ الک میرے پاؤں سے آ کر نہ چھٹ جاتا تو شاید نہ گرتا۔ یا کرتا تو انہوں نے کے قابل نہ جاتا۔“

انہوں نے رانور کی آواز سنی۔ وہ دھک سے رہ گئے
”ہائیں رنکل آنور۔ میرا مطلب ہے۔ بلکہ اور ہو۔“ اکل رانور۔ آپ ہوش میں ہیں۔ ہم تو خیال کر پچھے تھے کہ آپ کمل طور پر ہوش ہیں۔“

”بے ہوش تھا۔ میں ابھی ابھی ہوش میں آیا ہوں۔“
”ادھر اچھا۔ چلو خیر۔ اتنا تو ہوا کہ ہم نے آپ کو کچھ دیر کے لئے بے ہوش کر دیا۔ اور زخمی بھی کر دیا۔ اور آپ کو چلنے پھرنے کے قابل بھی نہیں چھوڑا۔“

”میں کچھ کہ نہیں سکتا کہ چل سکتا ہوں یا نہیں۔ بہر حال یہ کلست مجھے زندگی بھریا دربے گی۔“
”یاد رہے گی نا۔ آپ کا بہت بہت شکریہ اکل رانور۔“

آفتاب نے خوش ہو کر کما۔
”ہاہاہا۔ ہاہاہا۔ ہاہا۔“
انہوں نے بے تحاشا قسمتوں کی آوازیں سنی۔ چونکہ کر مڑے تو دھک سے رہ گئے۔ جیوال انسیں کچھ فاسٹے پر کمرا قبضے لگا۔ نظر آیا۔ لیکن آواز دو آدمیوں کی تھی۔ جس کا مطلب تھا۔ اس کے ساتھ اہل بھی ہے۔
”ہائیں۔ آپ دونوں بھی ابھی یہیں ہیں۔ ہمیں تو بتایا گیا تھا کہ آپ کو واپس بلا لیا گیا ہے۔ اور یہ خیال کر لیا گیا ہے کہ ہمارے مقابلے میں ایکیے مشر رانور ہی کافی ہیں۔“
”ایسا نہیں ہے۔“ جیوال بولا۔
”تو پھر کیا ہے؟“

رانور نے اعلان کیا تھا کہ وہ آپ سب لوگوں کے لیے اکیلا کافی ہے۔ یعنی اسے ہم دونوں کی مدد کی ہرگز ضرورت نہیں۔ جب کہ ہمارا خیال تھا کہ وہ اکیلا آپ پر قابو نہیں پا سکے گا اور نکلت کھا جائے گا۔ لذا ہم نے الگ ہونے کا فیصلہ کیا۔ دور رہ کر حالات کا جائزہ لیتے رہے اور کسی محاٹے میں دخل اندازی نہیں کی۔ لیکن اب جب کہ ہم نے دیکھا۔۔۔ رانور آپ لوگوں کے مقابلے۔۔۔ صرف پچھوں اور ان چند بیوں کے مقابلے میں نکلت کھا گیا ہے۔ اور آپ دونوں یہاں موجود نہیں تھے۔۔۔ تو اس لیے ہم سامنے آ گئے۔۔۔ کیونکہ اس سے

بڑی نکلت اور کیا ہو گی.... کیوں مسٹر انور کھا گئے نا نکلت.... آپ کے ذہن میں ایک لے کے لے بھی یہ خیال نہیں آیا ہو گا کہ یہ لوگ ان پتوں کی عمارتوں سے بھی باہر نکل آئیں گے۔ جمال روانی کے عالم میں کتنا چلا گیا۔

”یہ ہاتھیں ایک حد تک درست ہیں۔ واقعی میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ لوگ ان عمارتوں سے باہر آ سکتے ہیں۔ اور اسی لئے میں بے نکل اور پر کی طرف آ رہا تھا۔ درستہ میں ان پتوں کی نو میں آنے والا نہیں تھا۔ میں مکمل بے خبری کی وجہ سے مارا گیا۔“

”لیکن مسٹر انور! ہم آپ کو بتا پکے تھے۔ کہ یہ لوگ اس حد تک خطرناک ہیں کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔ کس وقت یہ کیا کام دکھا جائیں گے۔ ابھی اس طبق آواز سنائی دی۔“

”ہاں! آپ دونوں مجھے بتا پکے تھے۔ اس کے باوجود میں مار کھا گیا۔ میں ان کے بارے میں درست اندانہ نہیں لگا پایا۔ خوب۔ اب بھی میدان میرے ہاتھ میں ہے۔ اور مسٹر جمال اور مسٹر ابھی۔۔۔ آپ دونوں کے قبیلے میں ایک کروہ جائیں گے۔“

”وہ کیسے۔۔۔ ذرا ہم بھی تو نہیں؟“

”اس حد تک زخمی ہونے کے باوجود۔۔۔ یہ لوگ مجھے نکلت نہیں دے سکتے۔۔۔“

”وضاحت بھی تو کریں۔“ جمال نے طبعی انداز اختیار کیا۔

”میری جیب میں ابھی تک ریموت کنٹرول آہ موجود ہے۔۔۔ میں اگر اس کا خیہہ بن دیا دوں تو ان کے بڑے بڑے سرکاری وقارت بھک سے اڑ جائیں گے۔۔۔ لہذا اس وقت بھی اسکرچ جشید اور اسکرچ کامران مرزا میرا حکم مانتے پر بھیور ہیں اور جو میں کہوں گا۔۔۔ یہ کرنے پر بھیور ہوں گے۔“

”یہ بات درست نہیں۔۔۔ اسکرچ جشید نے من بنایا۔“
”کیا مطلب۔۔۔ کون سی بات درست نہیں۔۔۔ رانور نے بھنا کر کہا۔

”اسکرچ کامران مرزا۔۔۔ انہیں بتا دیں کہ یہ بات کس طرح درست نہیں۔۔۔ اسکرچ جشید مکرائے
”م۔۔۔ میں بتا دوں۔۔۔ لیکن آپ کہوں نہیں بتاویہ ہے۔۔۔ انہوں نے بوکھلا کر کہا۔

”چھٹے پھر میں بتا دیتا ہوں۔۔۔ مسٹر انور آپ نے کیا فرمایا۔ آپ کے ہاتھ میں ریموت کنٹرول الہ ہے اور اس کے چند بٹنوں پر آپ کی انگلیاں ہیں۔۔۔ جن کو دیتے سے ہمارے چند سرکاری وقارت اڑ جائیں گے۔۔۔ ان میں موجود لوگ مارتے جائیں گے۔۔۔ لہذا ہم اب بھی آپ کی بات مانتے پر بھیور ہیں۔۔۔ آپ یہی کہنا چاہتے ہیں نا۔“

”ہاں! لہذا آپ اسکرچ جشید۔۔۔ اسی وقت فون کریں صدر کو۔۔۔ یہ کہ وہ سرحدوں سے فوجیں ہٹا لیں۔۔۔ اور آئندہ فوجوں کو سرحدوں کو

”مسٹر انور... میں صدر صاحب کو فون نہیں کروں گا۔“
”جانتے ہیں انجام کیا ہو گا اس کا؟“ رانور نے سر و آواز میں
کہا۔

”کیا ہو گا؟“
”دھماکے، آگ، دھوان، لمبے ہزار بھا آدمی ہارے جائیں گے۔“
”پروٹسٹنے... دبادیں بننے۔“
”کیا کہا... دبادیں بننے۔“ رانور کے لہجے میں حیرت تھی۔
”ہاں دبادیں۔“

”شاید آپ کا دماغ چل گیا ہے اسکڑ جشید۔“
”من نہیں... میرا نہیں... مسٹر انور آپ کا دماغ چلنے والا
ہے۔ کیا میں غلط کہ رہا ہوں مسٹر جمال۔“
”نہیں... اسکڑ جشید... ہم آپ کو جانتے ہیں... آپ ایسے
موقوں پر ہو سکتے ہیں... اس کی ضرور کوئی وجہ ہوتی ہے۔“
”لیکن... مجھے تو دور دور تک کوئی وجہ نظر نہیں آرہی۔“ رانور
ہٹا۔

”تو پھر تم رہموٹ کنٹول کے ہٹن دبادو۔“
”لیکن اس طرح مرا نہیں آئے گا۔“ رانور نے مت ہٹایا۔
”تو پھر کیسے مرا آئے گا۔“
”مجھے اٹا کر چنان فنا عمارت میں لے چلیں... وہاں ہم نی وی

پڑھ بھیجیں... ورنہ یہ لوگ ہمارے ملک کی ایسٹ سے ایسٹ بجا دیں
گے... اور سونے کا جہاز پلے ہی ہمارے قبیلے میں جا چکا ہے۔“
”کیا وہ اشارہ ہائچ چکا ہے؟“

”ہائچ والہ ہو گا۔ آج کسی وقت... یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہائچ
چکا ہو۔ اور اب اس سے سونا اتارا جا چکا ہو۔“
”آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں مسٹر ایٹھال، مسٹر جمال۔“
انپکڑ جشید ان کی طرف ٹڑے۔

”کیا مطلب... آپ ہم سے کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟“
”کیا مسٹر انور نجیک کہ رہے ہیں؟“
”ہاں بالکل... ہم دونوں کا خیال غلط لکھا۔ یہ آپ سے بہت
آگے ہیں... فتح اب بھی ان کی ہے۔“

”لیکن میں ایسا نہیں سمجھتا۔ بلکہ صرف میں نہیں، انپکڑ
کامران مرزا بھی ایسا نہیں سمجھتے ہیں... کیوں انپکڑ کامران مرزا؟“
”ہاں! میں بھی ایسا نہیں سمجھتا۔ بلکہ میں کیا... ہمارا کوئی بھی
سامنے ایسا نہیں سمجھتا... کیوں ساتھیو؟“ انہوں نے باقی لوگوں کی طرف
ویکھا۔

”اگر آپ کہتے ہیں تو نہیں سمجھیں گے... ہمارا کیا جاتا ہے۔“
فاروق مکرایا۔
”یہ کیا... آپ لوگ مذاق کرنے لگے۔“ رانور نے جھلا کر کہا۔

"تو پھر اسپکٹر جشید۔ ازا دوں.... آپ میری ہدایت پر عمل
لئے کو تیار نہیں۔"

"نہیں۔ وہ بولے۔

"کیا کہا۔ ہدایت پر عمل نہیں کریں گے۔"

"بالکل نہیں کروں گا۔ وہ وقت گزرا گیا۔"

رانور نے آؤ دیکھانے تاکہ۔ جیب سے آلہ پاہر نکالا اور ہٹن دیا
..... لیکن کوئی دھماکا نہ ہوا۔ اس نے پریشان ہو کر دو تین اور ہٹن
دیا۔ پاری دیا۔ پھر سکرین پر ایک دوسری عمارت کو لایا گیا۔ اور
اوہ اور ہٹن دیا۔ انہوں نے رانور کی پیشانی کو پہنچنے میں بھیکھے
لیا۔

"یہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"اسی لئے ہم غائب ہوئے تھے۔ ہم کچھ محدث حاصل کرنا
چاہتے تھے۔ لہذا ہم اپنے بستروں کے ذریعے غائب ہو گئے۔ آپ
پہنچنے والا گاظی یاد کریں۔ آپ نے ہمیں یہ بات یا توں یا توں میں تاوی
کی کہ بم ایسے لوگوں کے ذریعے عمارت میں پہنچائے گئے ہیں۔ جن
دروازوں پر ٹلاشی نہیں لی جا سکتی۔ لہذا ہمارے لئے ہے ہے
ام دفاتر کے ایسے لوگوں کو چیک کرنا کیا مشکل تھا۔ ہم نے اسیں
چکیا اور غدار پکڑ لیے۔ اس کے بعد ان سے یہ معلوم کرنا ذرا بھی
ٹکل کام نہیں تھا کہ انہوں نے بم کمال چھپائے ہیں۔ اور پھر ہم نے

سکرین پر عمارتیں اڑنے کا مختصر آنکھوں سے دیکھیں گے۔"

ایک لمحے کے لئے اسپکٹر جشید نے سوچا۔ پھر وہ جمال کی
طرف مڑے۔

"آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں مسٹر جمال۔"

"چلے چلتے ہیں۔ کوئی حرج نہیں۔"

"اوہ کے۔ آئیے چلیں۔ آپ دونوں ہی مل کر اپنے ساتھی کو
انھائیں۔"

دونوں نے مل کر رانور کو انھیا۔ اور تیسرا عمارت کی طرف
بڑھے۔ رانور نے انسیں ہٹایا کہ کس طرف سے چلتا ہے۔ اور پھر
نزویک پہنچ کر اس نے انگلی سے ایک جگہ دیا۔ ذا لائ۔ دروازہ نمودار ہو
گیا۔ وہ اندر داخل ہو گئے تو دروازہ بند ہو گیا۔ اندر اُنہیں سکرین
گلی تھیں۔ سائنسی آلات نصب تھے۔ اور اس میں کمرے نہیں
تھے۔ بس ایک بڑا ہال ساتھی۔ اس میں ضرورت کی چیزیں بھی موجود
تھیں۔

"مسٹر جمال۔ آپ ذرا اُنہیں آن کر دیں۔ اور دفتر خارجہ کو
سکرین پر لے آئیں۔"

"اچھا۔" اس نے کہا۔ جلد تیٹی وہی سکرین پر دفتر خارجہ کی
عمارت نظر آنے گی۔ اس میں آتے جاتے اور کام کرتے لوگ نظر
آنے لگے۔

بم بیکار کر دیے۔ مسٹر رانور آخراً آپ اپنے آپ کو سمجھتے کہ کامران مرزا ہوں۔
ہیں؟"

"خوب وقت آئے پر دیکھ لول گا۔ اس وقت بھی اگر میں
رانور نے خونی نظروں سے انسیں دیکھا۔ پھر زہریلے انداز میں چاہوں۔ تو پانس پلاٹ سکا ہوں۔" رانور بولا۔
سکرایا اور بولا۔

"وہ کیسے؟"

"مسڑجہ ال۔ اور ایکال۔ میں اپنی ہار مانتا ہوں۔ آپ کو
اپنا اپنچارج مانتا ہوں۔ آپ دونوں اب کمل اختیار رکھتے ہیں۔ ازا
دیں ان سب کو۔ پھر ہم اس ملک میں اپنی من ملنی کرنے کے لئے
آزادوں ہوں گے۔ فوجوں کو سرحدوں سے ہٹانے میں بھی کامیاب ہو
جائیں گے۔"

"بہت خوب! لیکن تو ہم آپ کے مذہب سے نکلانا چاہتے تھے۔

اب دیکھئے گا۔ ہم ان کی پیشی کس طرح بناتے ہیں؟"

ان القاظ کے اتحادی انہوں نے جہاں کو اچھلتے لور ان سے دور
ہوتے دیکھا۔ ظاہر ہے۔ اس کے ساتھ ایکال بھی اچھلا تھا۔ اب وہ
دونوں ان کے سامنے مقابلے کے لئے تیار تھے۔ جب کہ رانور ایک
طرف زخمیوں سے چور پڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں وہ بیکار رہ کوٹ
کٹھوں آگئے تھا۔ جس پر تھوڑی دری پہلے اسے بڑا تھا۔

"جگ شروع کریں مسڑجہ ال اور ایکال۔" ان القاظ کے ساتھ
ہی اس نے آگئی دی سکریں پر دے مارا۔

○☆○

"ٹھیک ہے۔ اس حاذ پر آپ جیت گھے۔ لیکن کمل فتح
حاصل نہیں کر سکے۔ کمل فتح اس وقت ہوتی۔ جب سونے کا جہاں
ہم آپ سے حاصل نہ کر پاتے۔ لیکن ہم نے نہ صرف جہاں حاصل کر
پکے ہیں۔ بلکہ اس کو اپنے ملک روائی بھی کر پکے ہیں۔"

"حد ہو گئی۔ اب آپ سونے کے جہاں کو درمیان میں لے
آئے۔ آنکاب نے جمل کر کہا۔

"کوئی بات نہیں آنکاب۔ انسیں کہ لینے دو جو یہ کہتے ہیں۔
آج ہم ان کی ہر بات سننے کے لئے تیار ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ
انسیں بھی ہماری کچھ باتیں سننا ہوں گی۔"

"سونے کا جہاں ہمارے قبضے میں ہے۔ بہت جلد میں جمل سے
فرار ہو جاؤں گا۔ اور پھر میں مسڑجہ ال اور ایکال کی مدد سے ایک بار
پھر ہمارات میں بم رکھوں گا۔ لیکن اس بار دوسرا طریقہ اختیار کیا
جائے گا۔ آپ لوگ ہم تلاش نہیں کر سکیں گے اور نہ اسے رکھنے
والوں کو پکڑ سکیں گے۔ اس وقت ہماری یہ ہم کمل ہو جائے گی۔"

"لیکن میں کہتا ہوں۔ فتح آپ کا مقدر نہیں بنے گی۔" اسکل

جن۔ ان لہوں کی وجہ سے جنون کی آنکھیں چکا چوند ہو جاتی ہیں اور
”ایک طرح سے دلتی طور پر اندر ہو جاتے ہیں۔۔۔ لہذا یہ دونوں
باتیں بھول جائیں اور صرف اندازے سے بجھ سے لڑنے کی تیاری
کریں۔۔۔ اول تو مسٹر جیمال ہی تمہارے لیے کافی ہو جائیں گے۔۔۔“

”یہ تو آپ ہمیں ہت خفاک خبر سن رہے ہیں جسیں
بیطال۔۔۔“ فاروق نے بوکھلائی ہوئی آواز میں کہا۔

”کیا۔۔۔ کیا۔۔۔ تم نے میرا کیا نام لیا؟“ بیطال نے بھٹائی ہوئی
آواز میں کہا۔

”اوہ معاف کیجئے گا۔۔۔ زہان گزیدا گئی تھی۔۔۔ ہاں تو مثل کب
ٹال۔۔۔“

”حد ہو گئی۔۔۔ تم آدمی ہو یا نام بگاؤنے کی مشین ہو۔۔۔“ بیطال
نے حملہ کر کہا۔

”یہ ہمارا وقت بریاد کر رہے ہیں۔۔۔ یہ لوگ اس کام کے ماہر
ہیں۔۔۔ جسے جس۔۔۔“

”لیکن آج ہم دونوں ان کا وقت بریاد کریں گے۔۔۔ ایسا کہ کیا
بھی کسی نے ان کا کیا ہو گا۔۔۔“ بیطال نے بھی ہس کر کہا۔

”اور وہ کیسے؟“

”آپ اس طرف سے ان کا مقابلہ کریں۔۔۔ میں کسی اور جگہ
نکھل کر ان پر پوار کروں گا۔۔۔“

میں بھی شروع ہو رہا ہوں

انہیں جیمال اپنے سامنے کمرا نظر آ رہا تھا۔۔۔ لیکن بیطال کہا
تھا۔۔۔ اب یہ بات انہیں معلوم نہیں تھی۔۔۔ اور یہ ان کے لئے
خطرناک بات تھی ایسے میں فاروق کو کچھ خیال آیا۔۔۔

”فی ایس ایم صاحب۔۔۔ وہ آپ کے جم پاگ کہاں ہیں۔۔۔“

”کوہ قاف گیا ہوا ہے۔۔۔ جنون کا ان دونوں کوئی سالانہ جشن ملا
جاتا ہے۔۔۔ فی ایس ایم نے براسانہ بھایا۔۔۔“

”اس وقت وہ ہوتا تو بہت مزارتی۔۔۔ ہمیں معلوم ہو جاتا۔۔۔
مسٹر بیطال کہاں ہیں۔۔۔“

”بھلہا۔۔۔“ انہیں بیطال کا تقدیر سنبھال دیا۔۔۔

”یہ تقدیر کس خوشی میں؟“

”اب جن بھی مجھے نہیں دیکھ سکتے۔۔۔ پروفیسر داؤڈ کا کوئی آکھ بھی
مجھے محبوس نہیں کر سکتا۔۔۔ ان دونوں کا علاج کر لیا گیا ہے۔۔۔ انتارجہ
کے سائنسدانوں نے میرے جسم کے گرد ایسی لہوں کا جال بچنا دیا ہے
ہے کہ ہر آکہ ان کے نزدیک آتے ہی بیکار ہو جاتا ہے۔۔۔ وہ گئے

”واہ مژرا بھر نہیں رہے گا کہ پہلے صرف مژرحال ہم سے
بلہ کریں۔ اگر ہم سب جمال کے مقابلے میں لکھت کھا گئے تو
مدد ختم۔ ورنہ مژرا بھال میدان میں کوڈ پڑیں۔“

”مجھے بھی یہ تجویز پہنچ آئی۔“ رانور سکرایا۔
”اگر ان کی یہ ترکیب ہے تو تم ترکیب نمبر چندہ اختیار کرو۔“

اپکڑ جشید نے بلند آواز میں کہا۔
”ترکیب نمبر چندہ کیا ہے؟“ رانور نے جواب ہو کر کہا۔
یک طرف سے میں حملہ کروں اور دوسری طرف سے آپ وار
”ایک تو ان کی ترکیب ہے ناک میں دم کر رکھا ہے۔“ جمال بیس۔ جمال نے لفی میں سرہلایا۔
بھنا اٹھا۔

اوھرہ سب فوراً ایک دائرے کی صورت میں کھڑے ہو گئے۔
اور پھر اس قدر تا بڑو توز وار کروں گا کہ ان کا یہ دائرہ درہم برہم ہو
اس طرح ان کے بینے باہر کی طرف اور کریں ان کی طرف جھیں۔

”یہ کیا۔۔۔ یہ تو دائن کی صورت میں آگئے ہیں۔“ رانور جواب
ہو کر بولا۔

”ہاں! اب مژرا بھال ان کی کرکی طرف سے وار نہیں کر سکیں۔۔۔ تاکہ ان کی بجائے کوئی اور جمال کی پیٹ میں نہ آجائے۔۔۔
یہ کہ دونوں کے جسم پوری قوت سے ٹکرائے۔۔۔ دونوں پشت کے

”تو پھر اس سے کیا فرق پڑ جائے گا۔۔۔ مژرا بھال کون سا انہیں کرے۔۔۔ تیکن دوسرے سیکنڈ انہوں پکے تھے۔۔۔ اور پھر آمنے سامنے
نظر آ رہے ہیں۔“

”لیکن اس طرح ساتھ دالے ساتھی بلکہ ساتھیوں کو یہ فوراً
ناہوں۔۔۔ اس بار کون پہلے امتحا ہے۔“ جمال نے برا سامنہ نہیا۔
علوم ہو جائے گا کہ مژرا بھال نے کس پر حملہ کیا ہے۔

”پروا نہیں۔۔۔ اپکڑ جشید سکرائے۔“

”ویسے کیا یہ بھر نہیں رہے گا کہ پہلے صرف مژرحال ہم سے
بلہ کریں۔۔۔ اگر ہم سب جمال کے مقابلے میں لکھت کھا گئے تو
مدد ختم۔۔۔ ورنہ مژرا بھال میدان میں کوڈ پڑیں۔“

”مجھے تو اس طرح بھی کوئی اعتراض نہیں۔“ ابھال نے کہا۔
”لیکن ان لوگوں کو پوکھلا ہٹ میں جلا کرنے کا طریقہ بھی ہے کہ
”ترکیب نمبر چندہ وہ کیا ہے؟“ رانور نے جواب ہو کر کہا۔
”ایک تو ان کی ترکیب ہے ناک میں دم کر رکھا ہے۔“ جمال بیس۔

”تیر بھونی۔۔۔ آپ شروع کریں۔۔۔ اس کے بعد میں وار کر دوں
اور پھر اس قدر تا بڑو توز وار کروں گا کہ ان کا یہ دائیہ درہم برہم ہو
جے گا۔“

دونوں پیچے ہیں۔ اسکلر جشید دائرے میں پیچے سرک گئے۔ پھر دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دوڑ لگا دی۔ دونوں کے جمیں کرٹ سے پورے زور سے گراۓ اور پھر دونوں دھرام سے گرے۔ چند یکنٹوں تک دونوں نہ اٹھ سکے۔ پھر جیسے ان کے جسموں میں کرنٹ دوڑ گیا۔ باقی لوگوں نے ایک ساتھ دونوں کو اٹھ دیکھا۔

"بہت خوب۔ مقابلہ ایک بار پھر برادر ہا۔"

"اوے۔" مسٹر ایطال نے مقابلہ شروع نہیں کیا۔ آمنہ چونکا۔

"میں اس جگ میں محو ہو گیا تھا۔ اور اب تو میں خود کو مجبور رہا ہوں۔ اس جگ کا نتیجہ نکتے تک الگ تھلک کھڑا رہوں۔"

میں اس وقت ایک بڑا پتھر ایطال کے سر پر آ کر لگا۔

"ارے یہ کیا؟" وہ چلایا۔

"کیا ہوا مسٹر ایطال؟" جمال چونکا۔

"میرے سر پر کسی نے پتھر مارا ہے۔"

میں اس لمحے ایک دوسرے پتھر سر پر آ کر لگا۔

"وے۔ دوسرا بھی آ لگا۔ بایبا۔" ایطال ہنسا۔

"تائیں۔ پتھر کھا کے بھی آپ نہ رہے ہیں۔" محمود نے جیان ہو کر کہا۔

"تو اور کیا کروں۔"

ایک تیرا پتھر اس کے چہرے پر آ کر لگا۔

"وام۔ اس بار چہرے پر لگا ہے۔ کمل ہے۔ یعنی میری آواز سن کر تم میں سے کوئی پتھر اچھال رہا ہے۔ اور وہ نشانے پر لگ رہے ہیں۔ لیکن یہ پتھر میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ہاں میرے وزن سے بڑا پتھر اٹھا کر مارو تو وہ مجھے ضرور گردے گا۔ لیکن اس طرح گرنے سے بھی میرا کچھ نہیں بگزے گا۔ میں آج مکمل طور پر بلٹ پروف لباس میں ہوں۔ اور یہ لباس ایسا ہے کہ پتھر کی چوتھی بھی مجھے محسوس نہیں ہونے دیتا۔"

"بہت خوب۔" لیکن اب ذرا آپ خاموش ہو جائیں اور ہرگز نہ بولیں۔ درست یہ کوئی نہ کوئی چال چال جائیں گے۔ انہیں یہ معلوم نہیں ہوا چاہیے کہ آپ کہاں ہیں۔" جمال نے جلدی چندی کما۔

"اچھی بات ہے۔"

اور پھر جمال اسکلر جشید کی طرف دوڑ پڑا۔ اسکلر جشید اس کی طرف دوڑ پڑے۔ ایسے میں جمال دوڑتے دوڑتے اچھا اور اسکلر جشید کے عین سر پر اس کے پاہاں لگا۔ وہ اچھل کر دور جا کرے۔ اور لاحکنیاں کھاتے چلے گے۔ اور پھر نہ اٹھ سکے۔

وہ دم بخود رہ گئے۔ انہیں اپنی سیاں گم ہوتی محسوس ہوئیں۔ ایسے میں اسکلر کامران مرزا حرکت میں آئے۔ لیکن جمال پہلے ہی

گھوں کر پکا تھا کہ اب وہ حملہ کریں گے۔ لذا پتزا بدل کر ان سے
کافی فاصلے پر چلا گیا۔

"بھائی رہے ہیں مسٹر جمال۔" وہ بنتے۔

"نہیں۔۔۔ بھکارہا ہوں۔۔۔ آج تم سب میرے سامنے بھاگتے نظر
آؤ گے اور میں جیسیں تھیں کا ناج نجاذب گا۔" جمال کی شوخ آواز
ابھری۔

"اور بے چارے رانور کا اس وقت کیا حال ہے۔" فاروق
مکرایا۔

"میں اپنی بوٹیاں خود ہی نوج رہا ہوں۔۔۔ اف! میرا بس نہیں
چل رہا۔"

"چلنے بھی نہیں چاہیے۔۔۔ بس آخر بس ہے۔۔۔ کب تک چل
گا۔۔۔ ایک دن اس کی بس ہو جائے گی۔"

عین اس لئے جمال تحرک طرح ان کی طرف آیا۔۔۔ وہ پر سکون
انداز میں کھڑے رہے۔۔۔ جو نہیں وہ ان سے گلرانے لگا۔۔۔ انہوں نے اپنا
گھٹنا آگئے کر دیا۔

"اوہ۔۔۔ جمال کے منہ سے تکلیف کے مارے نکلا اور ساتھ ہی
اسپکٹر کامران مرزا کا ایک دوہتز اس کی کمر پر لگا۔۔۔ وہ وحہ سے منہ
کر بیل نہیں پر گرا۔۔۔ اسپکٹر کامران مرزا نے اس پر بس نہیں کی، ایک
بھی چھلانگ لگائی اور اس کی کمر پر گرسے۔۔۔ جمال کے منہ سے ایک

پہول جمع کھل گئی۔۔۔ اسپکٹر کامران مرزا۔۔۔ پھر اچھے اور اس کی کمر پر
آئے۔۔۔ لیکن اس بار ان سے غلطی ہو گئی۔۔۔ جمال چال چال چل گیا جو نہیں
ان کے پر اس کی کمر سے گلرانے۔۔۔ وہ پتھنی کھا گیا۔۔۔ اسپکٹر کامران
مرزا زندہ پر گرے۔۔۔ زندہ پر گرنے سے تو ان کا کچھ نہیں بھڑا۔۔۔ لیکن
ہوا یہ کہ جمال نے دونوں ہاتھوں سے ان کی دونوں ٹانگیں پکڑ کر
محیثیت لیں، "بس پھر کیا قتا۔۔۔ وہ دھرم سے گرے۔۔۔ اور پھر جمال نے
انہیں دونوں ہاتھوں پر اٹھایا۔۔۔ ساتھ ہی وہ لگا گھومنے۔

اب تو ان کے ساتھیوں کے سامنے میں اٹک گئے

"اب بجھ سے رکا نہیں جا رہا۔" آلات پڑا۔

"خوب اس۔۔۔ اپنی جگہ رہو۔۔۔ جب تک میں بے بس نظر دے
آؤں۔۔۔ دفل مت دینا۔۔۔ ورنہ جمال کیا کے گا۔"

"ہمہا۔۔۔ میں کچھ نہیں کہوں گا۔۔۔ مجھے کچھ کہنے کی ضرورت
نہیں ہے۔۔۔ اس لئے کہ آج جمع میری ہے۔۔۔ رانور کی بھی نہیں۔"
"اور مسٹر انفال کی؟"

"وہ میرا ساتھی ہے۔۔۔ میرے ساتھ جمع اس کی بھی ہے۔۔۔ وہ تو
ابھی جگ کے میدان میں کوہا بھی نہیں۔"

ان الفاظ کے ساتھ اس نے انہیں اچھال پھینکا۔۔۔ وہ دور جا کر
گرے اور اٹھنے سکے
"سو بھی۔۔۔ ایک اور ساتھی گیا تھا رائے۔۔۔ اور یہی وہ ساتھی

ان القاظ کے ساتھ ہی اس کامکا ان کی خوبی کی طرف آیا۔۔۔
وہ فوراً جنگ لگے اور سرکی ٹکر اس کے پیٹ میں ریڈ کر دی۔۔۔ جمال
آگے کو جنگ آیا۔۔۔ خان رحمان نے دونوں ہاتھوں کو اس کی کمرپر دے
دار۔۔۔ لیکن اسی وقت جمال نے ان کی دونوں ہاتھیں پکڑ کر گھمیٹ
لیں۔۔۔ وہ دھرم سے گئے۔۔۔ ساتھ ہی جمال نے اسیں اچھال
چھکا۔۔۔ وہ اپکڑ جہید کے پاس جا کر گئے۔۔۔ اپکڑ جہید ہوش میں
تھے۔۔۔ انہیں اپنے پاس گرتے دیکھ کر مسکراتے
”وہ تم بھی آگے خان رحمان۔۔۔“

”ہاں یا رے تم ساؤ۔۔۔ تمہارا کیا حال ہے۔۔۔“
”بہن نہیں ہوں۔۔۔ وہ بولے۔۔۔“

”ہهہہ۔۔۔“ جمال نے ان کے ہاتھ سن کر ققصہ لکایا اور منور علی
خان کی طرف دوڑ پڑا۔۔۔ وہ پہلے ہی جان گئے تھے کہ اب وہ ان کی
طرف آئے گا۔۔۔ لہذا اپنی آنکھے والی روی نکال چکے تھے۔۔۔ اور
جمال نے ان کی طرف دوڑ لگائی، اور انہوں نے آنکھاں گھما کر اس کے
کر ریڈ کر دیا۔۔۔

جمال کی چیخ نکل گئی۔۔۔ سر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر بینچ گیا۔۔۔
”وہ مارا۔۔۔ بہت خوب منور علی خان۔۔۔ ایک آنکھا اور سی۔۔۔“
اپکڑ کامران مرزا چلا۔۔۔
”ہمکہ دو تین آنکھے اور سی۔۔۔ اپکڑ جہید چلا۔۔۔“

تمہارے اہم ترین ہیں۔۔۔ باقی لوگ تو ایک ایک ہاتھ کی مار ہیں۔۔۔“
”اب ہم لاٹائی کو لبا کیوں کریں مسٹر جمال۔۔۔ اور ہر سے میں بھی
شروع ہو جاتا ہوں۔۔۔“
”ہاں نہیں ہے۔۔۔ ختم کریں یہ جھگڑا۔۔۔“
”تو پھر میں ان میں اودھم مچانے لگا ہوں۔۔۔ آج یہ میرا کچھ
نہیں بیکاڑ سکتے۔۔۔ اگر حل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔۔۔ تب بھی
میرا کچھ نہیں جائے گا۔۔۔ لہذا آج ان کے لئے موت ہی موت ہے۔۔۔“
”وہ ایقلال کو دیکھ نہیں پا رہے تھے۔۔۔ اس لئے وقت سے پہلے
یہ بھی معلوم نہیں ہوتا تھا کہ وہ کس پر حملہ آور ہو گا۔۔۔ اور جمال
خان رحمان کی طرف بڑھا۔۔۔“

”آؤ آؤ۔۔۔ میں دیکھوں گا۔۔۔ تم میرا کیا بیکاڑ لیتے ہو۔۔۔“ خان
رحمان نے منہ بنا لیا۔۔۔
”یہ آپ کہ رہے ہیں مسٹر خان رحمان۔۔۔ جب کہ آپ کے کرو
اپکڑ جہید اور اپکڑ کامران مرزا کا حشر آپ کی آنکھوں کے سامنے
ہے۔۔۔“

”ہاں! لیکن ہم ایسی ہاتھوں سے بہت ہارنے والے نہیں ہیں۔۔۔
 مقابلہ کریں گے اور غوب ڈٹ کر کریں گے۔۔۔“
”بہت خوب! اب کی ہے نا بات مردوں والی۔۔۔ یہ لیں۔۔۔ میرا
مکا سبھالیں۔۔۔“

منور علی خان نے آنکھے کو رہی کے ذریعے گھماٹا شروع کیا۔
ایسے میں جمال نے خود کو زمین پر لایا۔ اور اسی حالت میں وہ لگا
گھومنے

اوہر چھوٹی پارٹی کی جنین قضا میں گونج رہی تھیں۔۔۔ ابھال ان
کے لئے آئیں ہی اور طوفان ثابت ہوا تھا۔ کوئی ان میں سے ابھال کا
مکا کھا کر اچھل رہا تھا تو کوئی گر رہا تھا۔۔۔ کوئی سبایت رہا تھا اور وہ پھر
انھوں نے اپنے رہا تھا اور پھر گر رہا تھا۔

منور علی خان پریشان ہو گئے۔ جمال پھر کی طرح گھومنے لگا
تھا۔۔۔ اس طرح اب وہ اس کے سر کا نشان لینے کے قاتل نہیں
رہے۔۔۔ جب کہ آنکھا جمال کے اوپر گھوم رہا تھا۔۔۔ ایسے میں جمال
نے اپنا ایک ہاتھ اچاک اور کروڑا۔۔۔ رسی اس کے ہاتھ کے گرد پیٹی
چلی گئی۔ اور جو نہیں رسی تھی، جمال نے ایک جھٹکا دیا۔۔۔ یہ جھٹکا اس
قدر زبردست تھا کہ منور علی خان ہوا میں اڑتے ہوئے دور جا گئے۔۔۔
مشکل سے سراخا کر دیکھنے کے قاتل ہوئے تو دیکھا کہ اسپکٹر جمیش اور
اسپکٹر کامران مرزا سے کچھ ہی فاصلے پر پڑے ہوئے ہیں۔

”خوش آمدید منور علی خان۔۔۔ مقابلہ آپ نے خوب کیا۔۔۔“

”یعنی اب۔۔۔ اب کیا بنے گا۔۔۔“ منور علی خان نے بوکھلا کر کہا۔

”وہی بنے گا۔۔۔ جو اللہ کو مخلوق ہو گا۔۔۔“ اسپکٹر جمیش مکارے۔۔۔

”ہاکل ٹھیک۔۔۔“ خان رحمان نے نہ کر کہا۔

ایسے میں انہوں نے چھوٹی پارٹی کی طرف دیکھا۔ اس کا حال
بہت پلا نظر آیا۔۔۔ بے چارے بہت بڑی طرح مار کھا رہے تھے۔۔۔ اور
ایسی وقت جمال بھی ابھال کی مدد کرنے لگا۔۔۔ اس وقت تک تو صرف
ابھال نے اپسیں تھنی کا ناچ نچا رکھا تھا۔۔۔ اب جمال کے جگہ میں کوڈ
پڑنے کے بعد تو انہیں دن میں تارے دکھائی دینے لگے۔۔۔ اس وقت
تک نصف کے قریب ساتھی بیکار ہو چکے تھے۔۔۔ اور پہنچ کر ہر ساتھی
اوہر پاگلوں کی طرح اچھل کوڈ کر رہے تھے۔۔۔

”اے۔۔۔ یہ کیا۔۔۔“ ایسے میں اسپکٹر جمیش کے منہ سے نٹا۔۔۔

”کس طرف اشارہ ہے۔۔۔“ اسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

”بیس! یہ نہ پوچھیں۔۔۔“

”اے۔۔۔ پچھی بات ہے۔۔۔ نہیں پوچھتا۔۔۔ لیکن خود سمجھنے کی کوشش تو
کر سکتا ہوں۔۔۔“

”ہاں! ضرور کیوں نہیں۔۔۔ اس سے آپ کو کون روک سکتا
ہے۔۔۔ وہ مکارے۔۔۔“

اسپکٹر کامران مرزا نے اپنے ساتھیوں پر نظر ڈالی اور پھر ان کے
منہ سے بھی نٹا۔۔۔

”اے۔۔۔ اور۔۔۔ ہائیں۔۔۔“

”اب تمہارے منہ سے یہ کیوں نٹا کامران مرزا۔۔۔“ منور علی
خان بو لے۔۔۔

"اُسی وجہ سے... جس وجہ سے ان کے منز سے لکھا تھا۔"
 "آج کا دن پہلیوں میں باشیں کرنے کا تو نہیں ہے۔" - منور علی
 خان نے کہا۔

"پہپ... پہاڑیں۔"

میں اس لمحے انہوں نے دیکھا، جیوال نے محمود کو دونوں ہاتھ پر
 اٹھایا تھا۔ وہ بڑی طرح سے بے جھن ہو گئے۔ ایسے میں اسکر
 چھپر چاہتے۔

"خیروار جیوال۔ جو نبی آپ محمود کو پھیکیں گے.... خود بھی
 کھال میں جا گریں گے۔"

○☆○

فرزانہ

سب اسکر چھپر کی یہ بات سن کر حیران ہوئے بخشنہ رہے
 سکے۔ خاص طور پر جیوال تو ساکت رہ گیا۔
 "کیا مطلب... بھلا میں کیوں کھائی میں جا گروں گا۔ میرا داعی
 تو نہیں ہل کیا۔" - جیوال نے پرا سامنہ ہٹایا۔
 "اچھی بات ہے۔ محمود کو گرا کر تجربہ کر لیں۔" - اسکر چھپر

سکرت

"اوہو۔ بات کی وضاحت بھی تو کریں نا۔" - جیوال نے جلا کر
 کہا۔

"وہ بات ہی کیا۔ جس کی وضاحت کرو دی جائے۔" - اسکر چھپر
 نے ہرے لینے کے انداز میں کہا۔

"بات سمجھ میں نہیں آئے گی تو میں محمود کو پھینکنے سے باز نہیں
 رہوں گا۔" - جیوال نے گویا دھکل دی۔

"ضرور تجربہ کر لیں۔"

اسکر چھپر کی آواز گوئی۔ سب سوچ میں پڑ گئے۔ کسی کی

سمجھ میں یہ بات نہیں آئی تھی کہ جیوال کھائی میں کیسے جاگرے گا۔
جب کہ جیوال کے بالکل نزدیک کوئی کھائی نہیں تھی۔ ہاں قدرے
فاسٹے پر یعنی چند قدم کے فاسٹے پر ضرور کھائی تھی اور تھی بھی بہت
گردی۔

پھر محسوس کرتے ہوں کہ فرق پڑ جائے گا تو تمیک ہے۔ لہائی جاری
ہیں گے، لیکن پھر آپ یہ نہیں دیکھ سکیں گے کہ مسٹر جیوال کھائی
جسکرے تو کیسے۔“

”آپ نے مجھے بھی پس من بھلا کر دیا۔ خیر میں ہاتھ روک
ہوں۔“ ابھال کی آواز شائی دی۔

”اوہ... آپ تو میرے پاس موجود ہیں۔“ شوکی نے کانپ کر کہا
ارڈر کے مارے نیچے بیٹھ گیا۔ ابھال ہنسنے لگا۔

”منور علی خان... کام شروع کرو۔“ اسکلر جشید نے سرگوشی
لما۔

”کام کون سا کام۔“

”اوہ ہو کام شروع کرو۔“ انہوں نے پھر سرگوشی کی۔

”اوہ اچھا۔“ وہ قدرے چوکے۔ آن کی آن میں ساری بات

ان کی سمجھ میں آگئی۔
”ابھسن میں تو میں بھلا ہو گیا ہوں۔“ لیکن میں بھی اپنی ضد کا
ہاں ہوں۔ محمود کو اچھا لوں گا ضرور۔“ جیوال نے بلند آواز میں کہا۔

ای وقت منور علی خان نے ہاتھ سے رسی کو ایک جھنکا دیا۔
اکھڑا اچھلا اور گھوستے لگا۔ میں اس لئے محمود کو جیوال نے اچھال
دا۔ اور منور علی خان نے رسی کو ایک ہلکا سا جھنکا دیا۔ وہ جیوال کے
گرد پتھی چل گئی۔ انہوں نے زیادہ انتظار نہ کیا۔ کیونکہ اسی وقت

”آپ چال چل رہے ہیں اسکلر جشید۔“ اور میں اسکی بے کار
کی چالوں میں آتے والا نہیں۔“

”آج معلوم ہو جائے گا۔“ کہ میں چال چل رہا تھا یا درست
بات بتا رہا تھا۔ دراصل بات یہ ہے مسٹر جیوال آپ جیسے اچھے دشمن کو
کھائی میں گر کر مرتے نہیں دیکھتا چاہتا۔ میں چاہتا ہوں۔ اگر آپ
مریں تو میرے ہاتھوں پر تاکہ آپ کو بھی اپنے مرنے کا افسوس نہ
رہے۔ لوگ بھی کہیں گے۔ جیوال اسکلر جشید کے ہاتھوں مارا گیا۔
بلاؤ جو کسی کھائی والی میں گر کر نہیں مرا۔“

”اسکلر جشید۔“ آپ ضرور آج مذاق کے مودع میں ہیں۔ لیکن
میں ایسے لحاظ میں مذاق کا عادی نہیں۔ قہذا میں محمود کو پھیلنک رہا
ہوں۔“

”اچھی بات ہے۔ میری سب ساتھیوں سے درخواست ہے کہ
وہ ذرا دیر کے لیے لہائی بند کر دیں اور مسٹر ابھال آپ سے بھی
درخواست ہے۔ کہ چند لمحے کے لیے اپنے ہاتھ روک لیں۔ چھ لمحے
کے لیے ہاتھ روک کر آپ کو کوئی خاص فرق نہیں پڑے گا۔“ اور اگر

محمود کو اچھائے کی وجہ سے جمال کے پاؤں اپنی جگد سے اٹھے ہوئے۔ "عنوان مشر ابھال۔ پہلی بار جب جمال نے مجھے انعام کر پھیک تھے۔ لذا منور علی خان نے پوری قوت سے ری کو کھینچا۔ جمال کو احتراط میں اس وقت بھی واپس حملہ کرنے کی پوزیشن میں تھا۔ لیکن ہوا میں اڑتا ہوا کھالی کی طرف آیا۔ ساتھ ہی منور علی خان نے ریاں نے ریاں نے ایسا نہیں کیا۔ کیونکہ وہ وقت یہاں دری و کھانے کا نہیں تھا۔ کوڑھلا چھوڑ دیا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو جمال کے ساتھ خود بھی نے اس وقت یہ مناسب خیال کیا تھا کہ خاموشی سے بیٹھا رہوں کھالی میں جا گرتے۔

سب نے جمال کو کھالی میں گرتے صاف دیکھا، جمال کی بلند اور با مجھے انتظار تھا۔ میرے ساتھیوں اسے ہاتھوں پر انعام لو۔ اس کے لیے جیج نے فضا کو پلا کر رکھ دیا۔ اور چھوٹی پارٹی نے فروٹ بریلڈ کیا ہیں نہیں پر ریاں گے تو یہ زور لگانے کے قاتل رہے گا۔" اور ایک ساتھ ابھال سے چھٹ کھجھے۔ اس لے کے وہ جان چکے تھے۔ ان الفاظ کے ساتھ ہی انکھ جشید بھی ان کی طرف دوڑ ابھال کیاں موجود ہے۔ شوکی اسی لے کے بولا تھا کہ سب کو معلوم ہوئے۔ اس وقت تک سب ابھال کو کہیں نہ کہیں نہ کہیں سے پکوچھے جائے۔ اب ان کی پہلی بات پر اسے اور بھی انعام لایا۔

"اڑے اڑے۔ یہ کیا کر رہے ہو۔" ابھال نے بوکھلا کر کہا۔ "لیکن تم لوگ اس طرح میرا بگاؤ کیا سکو گے۔ یہ بھی سوچا ہے۔" "بہت دیر ہو گئی۔ آپ سے دور رہتے۔ اب مزید دور نہیں تم لوگوں نے۔" ابھال نہیں رہا جا رہا۔

"یہ بعد کی بات ہے۔" "قابو رکھنا۔ ہم آرہے ہیں۔" انکھ کامران مرزا چلا گئے۔ "اور تم نے اپنے ساتھی محمود کی خیرتک نہیں لی۔" ابھال کے کیا مطلب۔ کیا آپ لوگوں میں ابھی ہلنے جلنے کی سکت ہاں۔ بچھے میں حرمت تھی۔

"اس کی خیر لیتے تو یہ کام نہ دکھا سکتے۔ کیونکہ تم بھی مشر کے۔" "اور نہیں تو کیا۔ آپ کا کیا خیال ہے۔ ہم مل جل بھی نہیں۔ ابھال اس وقت یہ دیکھنے میں محو ہو گئے تھے کہ جمال کھالی میں گرتا ہے۔" "ہاں لا یہ تو ہے۔" ابھال نے ٹکست خورہ آواز میں کہا۔

ان سب نے دوڑ لگا دی۔ اور ابھال سے چھٹ گئے۔

"ہم نے آپ کو بلوانے کے لئے یہ تو کھالی میں گرانے والا ہیں۔" اپنے جشید بولے۔

"زدما شروع کیا تھا۔" اسکر کامران مرزا نہیں
خیر۔ یہ بات مانتا پڑتی ہے۔ آپ لوگ زدما سی عقل کی
یادوں سے بہت بڑے بڑے کام لے لیتے ہیں۔" ابطال نے اپنی ہمارمانے
کے انداز میں کہا۔

"خیریہ مسٹر ابطال۔" اب آپ بھی اپنے دوست جمال کے پاس
چلے جائیں۔"

اور ان الفاظ کے سامنے اسے بھی انہوں نے کھالی میں اچھا

ویا۔ لیکن ابطال کی جیخ اپنیں سنائی نہ دی۔

"مم۔۔۔ میں نے۔۔۔ میں نے۔۔۔ فی ایس کی آواز سنائی دی۔

"کیا میں نے میں نے لگا رکھی ہے۔" فاروق نے جھلا کر کہا۔

"میں نے اپنا نیلا رومال ابطال کی تیض کی چھپلی طرف پاندھ دی
ہے۔"

"تو پھر اس سے کیا ہو گا۔" آصف بولا۔

"ہمیں وہ نیلا رومال تو نظر آئے گا ہی۔ پھر اس پر پھروں کی
بارش کر سکیں گے۔"

"بہت خوب، لیکن۔۔۔ اس کے کچڑے بھی ہمیں تو نظر نہیں
آتے۔ اور جب رومال اس کے کچڑوں سے بندھ گیا تو وہ بھی نظر نہیں
کئے گا۔ کہیں پر فیر صاحب۔"

"لور اب تم نے کیا کہا مسٹر ابطال۔" کہ ہم تمہارا بگاڑ کیا کے
ہیں۔" اپنے جشید بولے۔

"ہاں! کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔" وہ بولے۔

"بھی تھوڑی دری پسلے جمال بھی یہی کہ رہا تھا۔ اب وہ کہد
ہے۔"

"کھالی میں۔۔۔ لیکن تم مجھے کھالی میں گرا کر بھی میرا کچھ نہیں
بگاڑ سکو گے۔"

"خیر خیر۔۔۔ دیکھتے ہیں۔"

یہ کہ کروہ کھالی کی طرف بڑھے۔۔۔ باقی سب پسلے ہی جان پکے
تھے کہ ان کا ارادہ اسے بھی کھالی میں گرانے کا ہے۔ ابطال نے خود
چڑائے کی کوئی کوشش نہیں کی۔۔۔ وہ برادر نہ رہا تھا۔

"گرا دد۔۔۔ مجھے کھالی میں گرا دو۔ اور پھر دیکھنا۔" کیا ہوتا
ہے۔"

"کیا ہو گا۔۔۔ آپ ہمیں پسلے ہی کیوں نہیں تاادیے۔"

"جب میں کھالی میں جا گروں گا۔۔۔ تو میں تم لوگوں کو نظر نہیں
آؤں گا۔۔۔ لذتا میں اوپر آکر تم لوگوں کی لکھی کی تھیں آسانی سے کر
سکوں گا۔۔۔ اور میری اس غلطی کا ازالہ ہو جائے گا۔۔۔ جو اس وقت بول
کر مجھ سے ہوئی ہے۔۔۔ اگر میں بول نہ پڑتا۔۔۔ تو تم سب مجھے نہیں کہا
سکتے ہوئے۔"

”خیال تو کی ہے۔۔۔ دیکھے لیتے ہیں۔۔۔“

انوں نے کھائی میں دیکھا۔۔۔ دور بہت دور جمال انہیں ساکت پڑا نظر آیا۔۔۔ لیکن ابھال یا نیلا رومال نظر نہ آسکا۔

”پروفسر صاحب۔۔۔ اپنے سامان میں سے کوئی دورین تو نکال دیں۔۔۔ اپکڑ جشید یوں۔۔۔“

”اوہ ہاں۔۔۔ ایک عدد دورین ہے تو سی پچھوٹی ہی۔۔۔ لیکن ہے بہت طاقت ور۔۔۔ ہم جمال کو بالکل صاف دیکھ سکیں گے۔۔۔“

یہ کہ کر انوں نے اپنے بیک میں سے دور میں نکالی۔۔۔ اپکڑ جشید نے جمال کو دیکھا۔۔۔ وہ ساکت پڑا تھا۔۔۔ ابھال کی تلاش میں دور میں دور دور تک کھمائی۔۔۔ لیکن وہ نظر نہ آسکا۔

”اس کا مطلب ہے۔۔۔ ابھال کا خطرو ابھی باقی ہے۔۔۔“

بڑیاں

پھر پاری پاری سب نے دورین میں دیکھا۔۔۔ لیکن ابھال نظر نہ آیا۔۔۔

”سمیرے ذہن میں ایک بات آئی ہے۔۔۔ ایسے میں فرحت کی آواز کو جھی۔۔۔“

”مگر ہے۔۔۔ تمہارے ذہن میں کوئی بات تو آئی۔۔۔“

آصف مسکرا دیا۔۔۔

”کھائی سے اوپر آنے والے راستوں کی ناگ بندی کر دی

جائے۔۔۔“

”تاکہ بندی۔۔۔ وہ کیسے؟“

”اُن راستوں میں رسی دغیہ و ہاندھ دی جائے۔۔۔ جب ابھال آئے گا تو ضرور اس سے گرانے گا۔۔۔“

”کیوں۔۔۔ کیا وہ انہا ہے۔۔۔ اُرے بھائی وہ رسی سے چکر نکل آئے گا۔۔۔“

”نہیں نکل سکے گا۔۔۔ رسی اس طرح ہاندھی جا سکتی ہے۔۔۔“

فرحت نے کہا۔

”فرحت نمیک کہتی ہے۔۔۔ لیکن ہمارے پاس اتنی رسی نہیں ہو گی۔۔۔ منور علی خان کی رسی کم پڑ جائے گی۔۔۔ اپکڑ کامران مرزا نے کہا۔

”تب پھر ایک دوسری ترکیب ہے۔۔۔ رفت نے کہا۔

”اور وہ کیا؟“

”اس کھائی کو بھی پتوں سے پاٹ دیں۔۔۔“

”اس طرح بھی ہم یہ بات تین سے نہیں کر سکیں گے کہ جمال اور ابھال اس وادی میں پتوں کے نیچے دفن ہو گئے یا نہیں۔۔۔“

”بالکل نمیک۔۔۔ ہمیں کچھ اور سوچنا ہو گا۔۔۔ فرزانہ تم کیوں کچھ نہیں بول رہیں؟“ ایسے تین محمود کی آواز ابھری۔

”لیکن فرزانہ کی آواز سنائی نہ دی۔۔۔“

بھی چونکہ کران کی طرف دکھا۔۔۔ اس کی آنکھوں میں بھی الجھن نظر آئے گئی۔۔۔ ایسے میں انہوں نے جو راثور کی طرف دکھا تو انہوں نے اس کی الجھن کو بھات پ لیا۔

"یہ کیا مسٹر راثور آپ کس لئے الجھن کا فکار ہیں۔۔۔ بھی محبر ہمارا عائب ہے۔۔۔ اور الجھن کا فکار آپ ہیں۔۔۔"

"ہاں! میرا بھی شروع سے یہی خیال تھا کہ فرزانہ کی چٹان کے پیچے چھپی ہوئی ہے۔۔۔ لیکن اب اگر وہ سامنے نہیں آتی تو پھر کہاں ہے۔۔۔ نہ جانتے کیوں۔۔۔ میں پریشان ہو گیا ہوں۔۔۔"

"کیوں۔۔۔ کیا آپ اب بھی ہمارے خلاف کوئی کارروائی کرنے کے قابل ہیں۔۔۔ اور اس کی گم شدگی کی وجہ سے آپ وہ کارروائی نہیں کر سکتے۔۔۔ شوکی نے اسے گھوڑا۔

"اوہ۔۔۔ اسپکٹر صاحب ان۔۔۔ آپ کا یہ ساتھی بہت ذہین ہے۔۔۔"

"ہاں! یہ تو ہے۔۔۔ لیکن اللہ کی مردانی سے یہاں بھی ذہین ہیں۔۔۔ اب آپ جائیں۔۔۔ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں۔۔۔"

"جب تک فرزانہ سامنے نہیں آ جاتی۔۔۔ میں کچھ نہیں کوں گا۔۔۔"

"فرزان۔۔۔ اب تو تمہارا سامنے آتا اور بھی ضروری ہو گیا ہے۔۔۔ اسپکٹر جشید نے منہ بتایا۔

"اس کی طرف سے اب بھی جواب نہ ملا۔۔۔"

"ہماں میں۔۔۔ فرزان۔۔۔ تم کہاں ہو؟" فاروق چلایا۔

فرزانہ کی طرف سے اب بھی کوئی جواب نہ ملا۔۔۔ سب نے پریشان ہو کر اوہرا دھر دیکھا۔۔۔ لیکن اسپکٹر جشید اور اسپکٹر کامران مزرا پر سکون انداز میں کھڑے رہے۔

"آپ دونوں پریشان نہیں ہیں۔۔۔ شوکی نے الجھن کے عالم میں کہا۔

اس لئے کہ ہم جانتے ہیں۔۔۔ فرزانہ اس وقت سب لوگوں کے درمیان نہیں ہے۔۔۔ جب سے جنگ کا آغاز ہوا تھا وہ اس وقت ایک چٹان کے پیچے چلی گئی تھی۔۔۔ اور اپنال پر پہلا پتھر اس نے پھینکا تھا۔

"لیکن اب جب کہ تینوں دشمن چوتھے ہو چکے ہیں۔۔۔ چاہے وقت طور پر ہی چوتھے ہوئے ہیں۔۔۔ اب اسے چھپے رہنے کی کیا ضرورت ہے۔۔۔"

"ہاں واقعی۔۔۔ فرزان۔۔۔ تم کہاں ہو۔۔۔ اب سامنے آ جاؤ۔۔۔"

اسپکٹر جشید نے سکرا کر بلند آواز میں کہا۔۔۔

دوسرا لمحہ واقعی پریشان کن ثابت ہوا۔۔۔ کیونکہ جواب میں فرزانہ کی آواز ستائی نہیں دی تھی۔

"اوہ۔۔۔ فرزان۔۔۔ جواب دو۔۔۔ جمیں سب یاد کرتے ہیں۔۔۔" فاروق چلایا۔

اب بھی اس کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔۔۔ اب تو راثور نے

”پھر نہیں برسا سکتے کیوں۔ کیا اس وادی میں پتھر ختم“
کے ہیں۔ یا ہمارے ہاتھ پر جواب دے گئے ہیں۔“
”یہ دونوں باتیں نہیں ہیں۔ بلکہ ایک تیسری بات ہے۔ اور
”یہ کہ میں نے اپنے پاس ایک آخری تیز بچالا یا تھا۔ اس لئے اس
تھر کے چلانے کا وقت آگیا ہے۔ میرے ذمہ مجھے لے بیٹھیں گے۔
لیکن میں اپنے دونوں ساتھیوں کو اب بھی بچا سکتا ہوں۔“
”اور وہ کیسے۔ وہ آخری تھر کیا ہے؟“

”میرے پاس ایک سختہ سا بام موجود ہے۔ وہ بم اس قدر طاقت
ور ہے کہ آپ سب آسمان سے ختم ہو جائیں گے۔ اگرچہ ساتھ میں
میں بھی ختم ہو جاؤں گا۔ لیکن مجھے اب اس کی کوئی پرواہ نہیں رہ
گئی۔ اتنی بڑی ٹکڑت کے بعد اب میں تھی کہ کروں گا بھی کیا۔۔۔ لہذا
اس وقت بم میرے ہاتھ میں ہے۔ اور اس کی پن پر میری انگلی^۱
ہے۔ اب انکے ہاتھ میں نے لمپے پلو کے نیچے چھپا رکھا تھا۔ یہ
ویکھیں اب سامنے لآتا ہوں۔“

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس کا ہاتھ پاہر لٹکا۔ اس کے ساتھ ہی
ایک دوسری بات ہوئی۔

○☆○

”چھوٹو۔۔۔ ہم کیوں پریشان ہوں۔۔۔ آجائے گی خود ہی۔۔۔ ہمیں
تو سوچنا یہ ہے کہ جمال اور ابیال کو کھائی سے اور آنے سے کس طرح
روکا جائے گا۔۔۔“

”اوہ۔۔۔ ایک بات تو بالکل سامنے کی ہے۔۔۔ فرحت چوگی۔
”اور وہ کیا؟“

”جمال اس وقت کھائی میں بے ہوش پڑا ہے۔۔۔ یا کم از کم اس
قابل نہیں کہ اٹھ سکے۔۔۔ تو غاہر ہے ابیال اس کے بالکل آس پاس
اے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا ہو گا۔۔۔“

”اوہ ہا۔۔۔ یہ نجیک ہے۔۔۔“

”تو پھر ہم ضرور پھر بر سائیں گے۔۔۔ کم از کم اس طرح ہم جمال
سے تو چھکارا حاصل کر لیں گے۔۔۔ رانور پلے ہی زخموں سے چور
ہے۔۔۔ رہ گیا ابیال۔۔۔ تو اسے بھی دیکھ لیں گے۔۔۔ اپکڑ کامران مرزا
بولے۔۔۔“

”کو کے۔۔۔ چلو۔۔۔ پھر یاری شروع کر ل۔۔۔ اپکڑ جشید بولے۔
”مجھے انہوں ہے اپکڑ جشید۔۔۔ ایسے میں رانور کی آواز
گوئی۔۔۔“

”کیا ہوا۔۔۔ کس بات کا انہوں ہے۔۔۔ انہوں نے منہ بیٹا۔۔۔
”اس بات کا کہ آپ لوگ کھائی میں پھر نہیں برسا سکتے۔۔۔“
رانور بست دیر بعد ہے۔۔۔“

میں آپ کے آئے کا بھی بہت بڑا ہاتھ ہے۔“ فاروق نے چکتی آواز میں کہا۔

”کیا کہا۔ آئے کا ہاتھ۔“ رفت کی پوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

”اُرے ہاں واقعی۔ آئے کا ہاتھ تو ہوتا ہی نہیں۔“ رفت بولی۔

اور سب سکرانے لگے۔ پھر انہوں نے کھائی میں بیٹے پہنچے پھر جیوال کا نشانہ لے کر گرانے شروع کر دیے۔ جیوال ان پتوں کے نیچے دیتا چلا گیا۔ اور جب انہوں نے محسوس کیا کہ اب جیوال پتوں کے نیچے سے نکلنے کے قابل نہیں رہ گیا تو اس وقت انہوں نے یہ سلسہ بند کیا۔

”اب رہ گیا ابطال۔ مجھے یقین نہیں آ رہا کہ وہ پتوں کے نیچے رہ گیا ہو۔“ اسپکٹر کامران مرزا بولے۔

”میرا بھی یہی خیال ہے۔ وہ ضرور واپس آئے گا۔ بلکہ آئے والا ہو گا۔“ جیوال کی توشاید اس نے پڑا بھی نہیں کی ہو گی۔ لہذا نہیں اس کا کوئی بندوبست سوچتا ہا ہے۔“ اسپکٹر جشید نے جلدی جلدی کہا۔

”ہمیں سوچنے کی کیا ضرورت ہے۔ سوچنے کے لئے ہماری فرزانہ ہے۔ فرحت ہے۔ رفت ہے۔“

اختتام کے ساتھ آغاز

ایک ہاتھ راثور کے پیچے سے اچانک تمودار ہوا اور اس صفائی سے تمودار ہوا کہ راثور کو احساس نک نہ ہو سکا۔ اور پھر جم اس کے ہاتھ سے نکل کر اس ہاتھ میں چلا گیا اور یہ ہاتھ تھا فرزانہ کا۔ ساتھ ہی فرزانہ تھر کی طرح اس کے پیچے سے نکل کر ان کی طرف آگئی اور بم پر فیرداود کے حوالے کرتے ہوئے بولی۔

”بس اسی لئے میں نے جواب نہیں دیا تھا۔“

”اور فرزانہ! میں نے اور تمہارے انکل کامران مرزا نے شروع سے یہ دیکھ لیا تھا کہ تم کہاں ہو۔ لیکن ہم راثور کو یہ یقین دلانے کے لئے آوازیں دے رہے تھے کہ نہ جانے تم کہاں ہو۔ اور آخر وہ یہ یقین کرنے پر بجھوڑ ہو گیا کہ تم آس پاس موجود نہیں ہو۔“

”بہت خوب۔ مان گئے ہم فرزانہ کو۔“ خان رحمن بولے

”مانے تو ہم پسلے بھی ہیں۔ اب اور زیادہ مان گئے ہیں۔“ منور

علی خان بولے
”ہم نا تو انکل اس بار آپ کو بھی پڑ گیا ہے۔۔۔ راثور کو گرانے

”ترکیبیں تو ملت ہیں، لیکن ہمارے پاس اتنا سلام نہیں ہے۔ ہم کھائی کے راستوں پر پاؤڑر چڑک سکتے تھے۔ اور خود چنانوں کے پیچھے چمپ سکتے تھے۔ مگر جب وہ اوپر آتا تو پاؤڑر پر اس کے پیروں کے نشانات بالکل ساف بنتے نظر آتے اور ہم اسے پھرلوں کا نشانہ بنا دالتے۔“ فرحت نے جلدی جلدی کہا۔

”لیکن اب ہمارے پاس پاؤڑر نہیں ہے۔ آگے چلا۔“ فاروق نے جلا کر کہا۔

”آگے کہاں چلیں۔ آگے کھائی ہے۔“

”لیکن ہم ایک کام تو کریں سکتے ہیں۔“

”اور وہ کیا؟“

”اس کے اوپر آنے سے پسلے پسلے چنان کی اوت لے لیتے ہیں۔ اس طرح ابطال ہمیں دیکھ نہیں سکے گا۔ اس سے پسلے ہم پاریک پھر یک پھر بلکہ پھریاں اس کے راستے میں بچا دیتے ہیں۔ ان پھریں پر جب ابطال قدم رکھے گا تو ہمیں محسوس ہو جائے گا کہ وہ کہاں ہے۔“ رفت نے پر جوش انداز میں کہا۔

”مبت خوب! ان حالات میں اس سے بہتر ترکیب ہو ہی نہیں سکتی۔ عمل شروع کرو۔“

”لیکن مسٹر انور اسے خیوار کر دیں گے۔“

”کوئی بات نہیں۔ ہم اس کا بھی انتظام کر لیتے ہیں۔ تم لوگ

سکریاں بچھانا شروع کرو۔“ یہ کہ کر اسکریچ جشید اور اسکریچ کامران مرزا را انور کی طرف بردھے۔

”لک... کیا کرنا چاہتے ہیں۔“ را انور نے خوف زدہ ہو کر کہا۔

”میرا تو خیال ہے... آپ کو بھی اس کھائی میں ہی پھیک دیتے ہیں۔“

”عنن نہیں... اس کی ڈری ڈری آواز سنائی دی۔“

”اگر تو آپ کہ رہے تھے۔ میں اب جی کر کیا کروں گا۔“

”وہ تو ہے... لیکن پھر بھی موت سے ڈر گلتا ہے۔“

”واہ... دنیا کا چھلاوہ انسان موت سے ڈر رہا ہے۔“ خان رحمان نے طغیہ لجھے میں کہا۔

”موت ہے ہی خوف ناک چیز۔“

دونوں اس کے نزدیک بخج گئے۔ انہوں نے منور علی خان کی ری سے پسلے اس کے دنوں ہاتھ باندھے۔ پھر اس کے منہ میں ایک روپال ٹھوپنس دوا لور دوسرا روپال منہ پر باندھ دیا۔

”اب یہ طلق سے آواز نہیں نکال سکے گا اور ابطال کو خبردار نہیں کر سکے گا۔“

”ہوں... اونصی اورو۔“ را انور نے بے جملن ہو کر حرکت کرنے کی کوشش کی۔ لیکن ایک تو وہ زخموں سے چور تھا۔ دوسرے وہ رسی عام رسی نہیں تھی۔ تیرے باندھنے والے عام انسان نہیں تھے۔

اونکے انداز سے پاندھا گیا تھا۔ لہذا وہ صرف مل جمل کر رہا گیا۔ اور پھر وہ چٹانوں کے بیچے چھپتے ٹپتے گئے۔ پاریک سکریاں اب کھائی کے ہر طرف موجود تھیں۔ ابطال جس طرف سے بھی آتا۔ انسیں فوراً محسوس ہو جاتا۔ وہ اسے پھر وہ اسے نشانہ بنانے کے تھے۔ اب صرف انتظار کرتا تھا۔ اور یہ دنیا کا مشکل ترین کام تھا۔ آخر خدا خدا کر کے انہوں نے پھر وہ اسے چھپتے دیکھا۔ جس کا صاف مطلب یہ تھا کہ ابطال اور پر آگیا تھا۔ وہ ہوشیار ہو گئے۔ اور رانور نے اس کی آمد کو محسوس کر لیا۔ اس نے ایک بار پھر پڑنے جلنے کی کوشش کی اور ساتھ ہی من سے آواز بھی نکالتے کی کوشش کی۔

”اوں.... اوں ہوں۔“

پھر وہ اسے کارخ رانور کی طرف ہو گیا۔ انہوں نے صاف محسوس کر لیا کہ ابطال رانور کی طرف پہنچ رہا ہے۔ وہ اب بھی دم سادے پیٹھے رہے۔ آخر انہوں نے رانور کے منڈ پر بندھا رہا۔ مکھلے دیکھا۔ اب تو اس بات میں کوئی تلاش نہ رہا گیا کہ ابطال بعدمال کھوں رہا تھا۔ انہوں نے آؤ دیکھا۔ تاکہ۔۔۔ بس یہ دم پھر وہ اس کی پارش کر دی۔

”پندرہ میں پتھر گانار ابطال کے لگے۔۔۔ انہوں نے اس کی دل دوز جیجنیں۔۔۔ پھر پھر وہ اس کا خون گرتے دیکھا۔۔۔ اب معاملہ

اور آسان تھا۔ ابطال اور رانور ہوتا تب بھی وہ اسے دیکھ سکتے تھے۔ وہ کہاں ہے۔ انہوں نے پتھر کا طوفان جاری رکھا۔ یہاں تک کہ نہیں پر خون لمبائی کے رخ نظر آئے لگا۔۔۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ گرچکا ہے۔۔۔ اب وہ چٹانوں کے بیچے سے نکل آئے۔۔۔ اور ابطال کے پاس ہئے۔۔۔ اس کے جسم کو نٹل کر دیکھا۔۔۔ جس نے بھی ہاتھ لگایا۔ خون سے اس کے ہاتھ رنگیں ہو گئے۔ اس کا پورا جسم خون سے تر تھا اور جا بجا زخم تھے۔۔۔ گہرے زخم۔۔۔
 ”سر ابطال۔۔۔ آپ کا بہ کیا حال ہے۔۔۔“
 حال پر چھتے ہیں۔۔۔ بے حال کرنے کے بعد۔۔۔ اس نے سکی

بھری۔

”بھیں افسوس ہے۔۔۔ لیکن ہم اور کر بھی کیا سکتے تھے۔۔۔ آپ لوگ بھی تو ہمارے ملک کو آگ اور خون میں ڈبو دنا چاہتے ہیں اور اس پر لئے ہوئے ہیں۔۔۔ آپ جیسے وشنوں سے زم سلوک تو کریں نہیں سکتے۔۔۔“

”کچھ بھی ہو۔۔۔ یہ کامیابی بھی تمہاری ناکامی ہی گئی جائے گی۔۔۔“
 رانور نے جھلا کر کہا۔۔۔ اس کے منڈ سے روپاں نکل چکا تھا۔

”اور وہ کیسے؟“

”ایسے کہ سونے کا جہاز ہم حاصل کر چکے ہیں۔۔۔“

”ہمہا۔۔۔ ہمہا۔۔۔“

بکھر اسلام کے دشمن ہیں۔ ان لوگوں کو جس طرح بھی ٹکلت دی جا سکے۔ ہمیں اپنے دین، ملک اور قوم کو بچانے کے لئے، ٹکلت رہی ہے۔“ منور علی خان بولے۔
”لیکن محمود۔ تم اپنے اس کے سامنے کس طرح آگئے۔“

”ابطال کے گرنے کے بعد میں بھی ایک چڑھان کی اوٹ میں چلا گیا تھا۔ میرا شروع سے یہ خیال تھا کہ جیوال بھی آخر کار اور آجائے گا۔ اور یہی ہوا۔ بس میں نے آؤ دیکھانہ تائید ہوتے کی ایڑی سے چاقو کالا اور چڑھان کے پیچھے سے نکل کر اس کے سامنے یک دم آگیا۔ پھر میں نے پلک بھکتی میں چاقو اس کے پیٹ میں آثار دیا۔“
ای وقت جیوال نے کوٹ لی۔

”لیکن ہم تینوں اب بھی جیت میں ہیں۔“ وہ غلام۔
”وہ کیسے؟“

”سوئے کا جہاز ہم نے حاصل کر لیا ہے۔“

”بھول ہے تم لوگوں کی۔“ اسکرچ جشید مکرائے۔

”جی کیا مطلب۔ کیا فرمایا آپ نے۔ بھول ہے۔“ ان لوگوں کی۔ کون سی بات بھول ہے ان لوگوں کی۔“ فاروق نے حد درجے جرجن ہو کر جلدی جلدی کہا۔

”یہ ان لوگوں کی بھول ہے کہ یہ سوئے کا جہاز حاصل کر پکے ہیں۔ خیس کر پکے۔ وہ سوٹا لٹھی تھا۔“ اسکرچ جشید سمجھدے لیجے میں

انہوں نے جیوال کا قلعہ نال۔ سب کے سب چوڑک کر زرے۔ کھائی سے نکل کر جیوال ان کے سامنے موجود تھا۔ لیکن اس جسم بھی زخموں سے چور تھا۔ چڑھو حد درجے بھی انک لگ رہا تھا۔ ل کی طرف دیکھنے سے بھی خوف آتا تھا۔

”مشڑ ابطال نے کھائی میں میرے کان میں کما تھا کہ پسلے یہ اوپر آئیں گے۔ جب یہ سب کو الجھائیں گے تو اس وقت میں اور آؤں۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ اگرچہ یہاں کامنزٹر میری امید کے خلاف ہے۔ پھر بھی میں تم لوگوں کو ناکوں پتے چیزے پر مجبور کر دوں گا۔“
”اے باپ رے۔ اس کا مطلب ہے۔ جنگ ابھی باقی ہے۔“

”ہاں! جنگ تو تم لوگوں کی موت پر ختم ہو گی۔“ جیوال مسکرا کر پھر زرے گرا۔

”اے اے۔ کیا ہوا۔ آپ تو گر گئے۔“

”افسوں۔ کسی نے دار کیا ہے۔“ جیوال بے کہا۔

انہوں نے دیکھا۔ محمود۔ جیوال کے سامنے کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں اس کا چاقو تھا۔ ہم ایسے دشمنوں کے بچنے کا خطرہ کیوں حل لیں ساتھیوں۔ اس نے منہ بنا لیا۔

”تم نے تھیک کہا محمود۔“ خان رحمان بولے۔

”ہاں اور کیا۔ یہ لوگ ہمارے ذاتی دشمن نہیں۔ ملک اور قوم

بولے

”یہ لفظ ہے۔ جھوٹ ہے۔“

”ہم میں بس یہی تو ایک بات ہے۔ اور وہ یہ کہ جھوٹ نہیں
پوچھتے۔ اگر انکلہ جشید یہ کہ رہے ہیں کہ جو سونا آپ نے ہم لوگوں
سے حاصل کیا۔ وہ نظری تھا۔ تب وہ نظری ہی تھا۔“

”نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔“

”یہ ہو چکا ہے۔۔۔ تم اپنے ملک ژانسیسیر پر رابطہ کر کے روپورث
لے لو۔“

عین اس لمحے نئوں کی آواز سنائی دی۔

”تو شاید خود ہی اطلاع آگئی ہے۔“

جیوال نے اپنی جب سے تھا ساڑا ژانسیسیر نکالا۔ اس کا بیٹھنے
دیا۔ تو دوسرا طرف سے کوئی باریک سی آواز میں کہہ رہا تھا۔

”مسٹر جیوال، اس طرف آپ ہی موجود ہیں تا۔“

”لیں سر۔۔۔ جیوال بات کر رہا ہوں۔“

”ہمیں بہت بڑا دھونکا دیا گیا ہے۔“

”کیا مطلب؟“ جیوال، رانور اور ایطالی کے منہ سے ایک ساتھ
نکلا۔

نئوں اگرچہ زخموں سے بری طرح چورتے، لیکن پھر بھی بات کر
سکتے تھے۔

”ہاں مسٹر جیوال۔۔۔ وہ سونا پاکل نظری ہے۔۔۔ سونے کی ہر ایسٹ
پر سونے کا پانی پھررا گیا ہے۔“

”نہ۔۔۔ نہیں۔۔۔ وہ چلا گئے۔“

”لہذا اب تم نئوں۔۔۔ ان کے ملک کی الیکی کی تیسی کروڑ۔۔۔ هر
طرف وہ بیانی لے آؤ۔۔۔ جس کے بارے میں یہ سوچ بھی نہیں کئے۔۔۔“
جیوال۔۔۔ ایطالی اور رانور کے منہ سے کوئی لفڑتہ نکل سکا۔
”کیا بات ہے۔۔۔ آپ لوگ غاموش کیوں ہیں۔۔۔ کیا رانور اور
ایطالی آپ کے پاس موجود ہیں ہیں۔۔۔“

”ہاں! پاس ہی موجود ہیں۔۔۔“ جیوال نے تکلیف بھری آواز میں
کہا۔

”ارے۔۔۔ آپ کو کیا ہوا مسٹر جیوال۔“

”میں اس وقت زخموں سے چھٹی ہوں۔۔۔ نہ صرف میں۔۔۔ بلکہ
مسٹر رانور اور مسٹر ایطالی بھی۔۔۔ بہت خطرناک حالت میں ہیں۔۔۔ فی
الحال تو ہم ان کے خلاف کچھ بھی کرنے کے قابل نہیں ہیں۔۔۔ زخم
ٹھیک ہو لیں۔۔۔ پھر ہم ان لوگوں کو جائیں گے۔۔۔ آپ فکر نہ کریں۔۔۔“
”ٹھیک ہے۔۔۔ ہم پھر بات کریں گے۔۔۔“

اور سلسلہ بند کر دیا گیا۔۔۔ ان سب کی نظریں ان پر کچھ دری ہی
رہیں، پھر انکلہ جشید بولے
”تو زخم ٹھیک ہونے کے بعد تم لوگ پھر سے ہمارے ملک کو

لہستان پہنچانے کے منصوبے پر کام شروع کرو گے۔ ان کی آواز حد
دنیجے سرو تھی۔

”نہیں۔ یہ تو ہم نے اسے خوش کرنے کے لیے کہا ہے۔“
”یکین میں تم لوگوں پر واضح کردنا چاہتا ہوں۔ یہ کہ تم کسی
بھی قیمت پر ان زخمیوں سے نجات حاصل نہیں کر سکو گے۔“

”کیا مطلب؟“

”ہمارے ملک میں بہت بڑے پرانے حکیم موجود ہیں۔ وہ ان
زخمیوں میں ایسا زہر بھر دیں گے کہ ساری زندگی یہ زخم بھر نہیں سکیں
گے۔“

”تب پھر ہم لوگوں کو ختم ہی کروں۔“

”افسوس! ہم جب تک آپ لوگوں کو عدالت میں پیش نہیں
کریں گے۔ اس وقت تک جان سے بھی نہیں ماریں گے۔“

”کیوں۔ کیا قانون آپ سے جواب طلب کرے گا۔“

”یہ بات نہیں۔ ہم اس وقت اگر آپ تینوں کو مکمل طور پر
ختم کر دیں۔ تو بھی ہمیں کوئی کچھ نہیں کہے گا۔ بلکہ ہماری تعریف کی
جائے گی کہ ہم نے ملک اور قوم کو اتنے خطرناک لوگوں سے نجات دلا
دی۔“

”تب پھر۔ کیوں ہمیں عدالت میں پیش کرنے کا جمیعت مول
لیتے ہیں۔“

”جمیعت نہیں۔ ہم ساری دنیا کو وکھائیں گے۔ انشارچ کے
عزم کیا ہیں۔ اور وہ کیا کر رہا ہے۔ کس کس طرح وہ مسلمان
حکومتوں کو بلیک میل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور کیا کیا حریبے
اختیار کرتا ہے۔“

”اوہ تو یہ پروگرام ہے۔ خیر۔ جو آپ لوگوں کی مرضی۔
اشارچ کو آپ کی اس کارروائی سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔“

”ویکھا جائے گا۔“ اسکفر کامران مرزا بولے۔
اور پھر انہوں نے شر سے گما یا مغلکوں نہیں۔ اکرم فوراً فورس
لے کر پہنچ گیا۔ حالات من کر دہ سکتے میں آگئے۔ تینوں مجرموں کو
شر لے جایا گیا۔ جگل کی ٹول کی طرح یہ خبر شر میں اور پھر پورے
ملک میں پھیل گئی۔ لوگوں میں بے تحاشا جوش پالا جا رہا تھا۔ خاص
طور پر جب سے لوگوں نے یہ سنا تھا کہ وہم ملک کو جو سوتا دیا گیا۔
وہ سوتا تو تھا ہی نہیں۔ لوگ بہت لطف انداز ہوئے۔ پورے ملک
لے قبیلے لگائے۔ انشارچ کا وہ مذاق اڑا کے توبہ ہی بھلی۔ اور
دوسرے دن ناشتے کی میز پر ان کے ساتھ ملک کے صدر اور دوسرے
تمام ہرے ہوئے آفسر موجود تھے۔ ان سب کے چہرے کلے پر رہے
تھے۔

”آپ لوگوں نے اس بار کمال ہی کر دیا۔ وہ گارنیس انجام دیا
کہ پوری دنیا میں دھاک بنتے گئی۔ انشارچ ہدت تک اپنے ان زخمیوں

”یہ چاولہ خوب رہا۔ میں داد دتا ہوں۔۔۔ ہمارے ذمہ تھیک ہو

کو چانتا رہے گا۔۔۔ جو آپ نے اسے دیئے ہیں۔۔۔ رانور، جیزال اور لعے ہیں۔۔۔ لیکن یہ ذمہ جنم کے تھیک ہوئے ہیں۔۔۔ بوج کے ذمہ ابھی ایصال جیسے خوفناک و شنوں کو وہ سبق دیا کہ وہ بھی زندگی بھریا درکھیں باکل تازہ ہیں۔۔۔ اور اس وقت تک تازہ رہیں گے جب تک کہ ہم ان رخنوں کے بدلتے میں زیادہ گمرے ذمہ آپ لوگوں کو نہیں دے سکتے۔۔۔ سب سے زیادہ حیرت ٹھیک ہے اس بات کی ہے کہ آپ لوگ ہماری ”میرے ذہن میں ایک بات آئی ہے۔۔۔ اگر اجازت ہو تو عرض پرے ہرے منہوں بندیوں کا مقابلہ بالکل چھوٹی چھوٹی ہاتوں سے اور خنی منی ترکیوں سے کر لیتے ہیں۔۔۔ خیر اس بار ہم اس بات کا بھی کروں۔۔۔ ایسے میں شوکی بولا۔

”بھیوں نہیں۔۔۔ شوق سے کہیں۔۔۔ صدر صاحب مکرانے

”ان تینوں کو اگر ہم نے جیل میں رکھا۔۔۔ تو محنت یا ب ہونے کے بعد یہ جیل سے بہر حال فرار ہو جائیں گے۔۔۔ ہاں ہے لاکھ خاندانی جائیں۔۔۔“
”خیر۔۔۔ اتنی جلدی تو ہم نہیں آسکیں گے۔۔۔ ابھی تھے ماہ تک تو انتظامات کریں۔۔۔ لیکن چونکہ ہم چوہین گھنٹے ان کی گرفتاری نہیں کر سکتے۔۔۔ لہذا یہ کوئی نہ کوئی موقع تلاش کریں لیں گے۔۔۔ اس لئے میری ہم تیاری کریں گے۔۔۔ رخنوں کا علاج کرائیں گے۔۔۔ پھر اپنے رخنوں کا تجویز یہ ہے کہ انشارج سے ان تینوں کے بدلتے میں اپنے کچھ قیدی صاب کریں گے۔۔۔ کہ کتنے کتنے ذمہ کس کے ہاتھوں پہنچے ہیں۔۔۔ لے لیے جائیں۔۔۔ ایسے قیدی۔۔۔ جو وہاں جاسوسی کرنے کے لازم تھا اس کے بعد ہم جب آسکیں گے تو پورا پورا حساب کتاب کریں گے۔۔۔ قیدی ہیں۔۔۔“

”بات محتول ہے۔۔۔ اسکلر جشید بولے۔۔۔ باقی لوگوں نے بھی جائے گا۔۔۔“

”تائید میں سر ہلا دیئے۔۔۔“ آپ لوگ ہمیں استقبال کے لئے تیار پائیں

چند دن بعد ان تینوں کے بدلتے میں بچاں آدمی رہا کرائے۔۔۔ غفرانہ کریں۔۔۔“

لے گئے یہ ان کی اور فتح تھی۔۔۔ اس روز انسیں فون ملا۔۔۔ اسکلر اور دوسری طرف سے ریسپور رکھ دیا گیا۔۔۔

جشید نے ریسپور اخہلیا تو دوسری طرف رانور موجود تھا۔۔۔

"وہ توجہ آئیں گے دیکھا جائے گا۔ فی الحال تو سوال یہ ہے گا۔"

کہ ہم کیا کریں۔ ایسے میں محمود کی آواز سنائی دی۔ "تو کیا ہوا۔ یہ تو تم لوگوں کا دن رات کا کام ہے۔" پروفیسر

"کیوں۔ ہمیں کچھ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا ابھی تک

کہراقی نہ گئی ہے۔ آسف نہ من بیٹا۔"

"میرا مطلب ہے۔ اس کیس کا سرا آخر کس کے سرہا۔" "چھا خبر۔ میں فیصلہ کر دھتا ہوں۔ اس کیس کا سراٹی ایس پی

"ایک تو یہ سرا آخر میں نہ کچھ پڑتا ہے۔ بھی رہا ہو گا کہ تو ہونا چاہیے۔"

سر۔" شوکی نے جمل کر کہا۔ "میں کیا فرمایا۔ فی الحال میں تو کوئی ٹی ایس پی

"نہیں۔ آخر کو اس کا فیصلہ بھی تو ہونا چاہیے۔" فاردا ہے۔"

"م۔" میرا مطلب ہے۔ پی ایس سی کے سر۔" کہا۔

"خیر کر لیتے ہیں فیصلے۔ لیکن یہ فیصلہ کرے گا کون؟" "لمحہ۔ اب یہ پی ایس سی بن گئے۔ آپ بھی کمال کرتے

"ہے۔" پروفیسر اٹکل۔ کہی آوازیں ابھریں۔

"بھی اب میں کمال بھی نہ کروں۔ تو آخر کوں کیا؟" وہ جھلا

"ادہ ہاں۔ صحیک ہے۔" کہی دوسری آوازیں ابھریں۔

"م۔" میں فیصلہ کروں۔ نہیں بھی۔ اتنا مشکل فیصلہ نہیں کر سکتا۔ مجھ سے تو کوئی آسان سافیصلہ کروالو۔ انہوں نے "ہاں! یہ بات بھی صحیک ہے۔ خیر ان کا نام ہے فی ایس ایم۔" یہ ہے کہ آپ نے انسیں سرے کا حق دار کس طرح قرار دے کر کہا۔

"اب آسان سافیصلہ کہاں سے لائیں کرنا کے۔" اصل میں میں چمپاگ کو سرے کا حق دار قرار دنا چاہتا تھا۔ آفتاب نے من بیٹا۔

"ہاں! یہ بھی مشکل ہے۔ پروفیسر اٹکل۔ آپ اسی بات کا یہاں موجود نہیں۔"

کہیں۔ کوئی اور فیصلہ کروانے کے لئے تو ہمیں ایک عدد اور کیم کی رسم تاج پوشی ہے۔"

لیکن اسی وقت ان کی نہیں کا گھٹ گیا۔ اسی وقت فون کی سخن

اسپکٹر جشید نے ذرے ذرے انداز میں ریسمور انخلیا تو دوسری

طرف سے ایک انجلی آواز سنائی دی۔

”کیا آپ ہماری مدد کریں گے؟“

”آپ کون ہیں؟“

”ہم نہیں جانتے۔“

”آپ کہاں سے بات کر رہے ہیں؟“

”یہ بھی نہیں جانتے۔“

”کیا چاہتے ہیں ہم سے۔ کس قسم کی مدد چاہتے ہیں؟“

”یہ بھی معلوم نہیں۔“

”تو پھر معلوم کیا ہے آپ کو؟“ اسپکٹر جشید نے جلا کر کہا۔

”اگر یہ معلوم ہوتا تو آپ کو فون کیوں کرتے۔ آپ کی اتنی

لیکن جب کسی ایک نے بھی اعتراض نہ کیا تو میں نے سوچا تو تعریف سنی ہے۔ آپ خود پاگا گئیں۔ ہم کون ہیں۔ کہاں سے بات

اعتراض کروں۔“

تب ہم مانیں گے۔

خیر خیر۔ سوال تو یہ ہے کہ آپ چمپانگ کو سرے کا جن دا،
تمہارے ہیں۔“

”بھی سوتے کا جہاز ہمارے ملک میں لانا اس کا کام تھا۔“
میں سے کوئی یہ کام نہیں کر سکتا تھا۔“

”رمٹ تیرے کی۔۔۔ انکل۔۔۔ وہ سرا تو پچھلے کیس کا تھا۔ آج بھی تھی۔
اس کیس کی بات کریں۔“

”اچھا تو پھر یہ سرا میرے اپنے سر رہا۔“ انہوں نے جلا کر کہا
”لیکچھ۔۔۔ بات ختم ہو گئی۔۔۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔“

جشید مسکراتے۔

”ہاں بالکل نہیں۔“

”لیکن مشکل تو یہی ہے۔ کہ مجھے اعتراض ہے۔“ پروفیسر
ہنا کر بولے۔

”کیا اعتراض ہے؟“

”اس بات پر کہ سرا میرے سر رہے۔“

”ابھی آپ نے خود یہ تو یہ فیصلہ دیا ہے۔“

”میرا خیال تھا۔۔۔ میرے اس نیچلے پر سب اعتراض کریں گے۔“

لیکن جب کسی ایک نے بھی اعتراض نہ کیا تو میں نے سوچا تو

کہ اس کے بعد ہماری مدد کریں۔۔۔ اور اس کے بعد ہماری مدد کریں۔۔۔

وہ سب نہیں پڑے۔۔۔

"نمبر اور علاقہ پلینر"۔

"شارڈا ناؤن... بلیک بون تھے نمبر لا۔"

"ٹکریے۔" یہ کہ کر انہوں نے بٹن آف کر دیا اور پسلے ریسور
سی بولے۔

"آپ شارڈا ناؤن کے پلیک فون بون تھے سے بات کر رہے ہیں...
تھے کا نہر ہے گیارہ۔" یہ کہتے ہوئے انہوں نے اپنی کالائی کی گڑی
لے لگے تین بٹنوں میں سے ایک بٹن دیا دیا۔

"اوہ... ہیرت انگریز... بہت خوب... کمال ہے... آپ نے
بن پائیں بالکل درست تاریخیں... چوچی بات۔"

"ہاں آپ ہم سے کوئی بہت اہم کام لینا چاہتے ہیں... لیکن
آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم پر ایسی بہت جاسوس نہیں ہیں۔"

"لیکن آپ کے کچھ ساتھی تو پر ایسی بہت سراغ رسال ہیں... جنی
شوکی بردازی... آپ انہیں تو ایک بڑی رقم کمانے کا موقع دیں اور پھر...
مزے کی بات یہ ہے کہ میرا دعویٰ ہے... کیس سن کر آپ بھی اس کو
پہنچھیں لینے پر تیار ہو جائیں گے۔"

"اچھی بات ہے... آپ آپ چوچی بات بھی سن لیں... آپ
کسی محل نما مارت میں رہتے ہیں۔"

"بائیں... یہ آپ نے کیسے جان لیا۔"

"اوے کے... آپ کا چیلنج قبول ہے... ہم خود سراغ لگائیں گے
کہ آپ کون ہیں... کہاں سے بات کر رہے ہیں اور ہم سے کیا چاہتے
ہیں... اور اس کے بعد ہم آپ کی مدد کریں گے۔ اگر واقعی آپ مدد
کے مستحق ہوئے... اور اگر آپ ہم سے کوئی چال چلنے کی کوشش کر
رہے ہیں تو پھر انجام کے ذمے دار آپ خود ہوں گے... کیا گھے۔"
"ٹھیک ہے... جناب ہم آپ کا انتفار کریں گے۔" دوسری
طرف سے کہا گیا۔

"ویسے آپ پسند کریں تو کچھ باتیں تو میں ابھی اسی وقت بتا سکتا
ہوں۔"

"اوے کے... بتائیں پھر۔"

"آپ کی عمر ۲۵ سال ہے۔"

"اے! یہ آپ نے کیسے جان لیا؟"

"آپ ہمیں صرف آزمانا چاہتے ہیں... اس کے بعد ہم سے
کوئی کام لینا چاہتے ہیں۔"

"اے... تو آپ نے یہ اندازہ بھی لگایا۔"

"ہاں! آپ زرا چند سینٹ ہولڈ کریں۔" یہ کہ کر انہوں نے فون
سیٹ میں لگا ہوا ایک بٹن دیا دیا.... پھر دوسرے ریسور پر انہوں نے
کیا۔"

"یہ میں نہیں بتاؤں گا..... آپ بتائیں.... یہ بات کس حد تک
درست ہے"۔

"سو فیصد درست"۔

تب آپ پانچویں بات بھی سن لیں یہ محل شرکے شالی
مرے پر گئے جنگل میں واقع ہے"۔

"مک..... کیا آپ نجوم ہیں.... آخر صرف فون پر بات کرنے
سے آپ نے یہ باتیں کس طرح جان لیں"۔
"میں سے علم نجوم نہیں.... سراغ رسانی کرتے ہیں۔ اور میں آپ
کو سراغ رسانی فون پر نہیں پڑھا سکتا۔ آپ باقاعدہ شاگردی اختیار
کریں"۔

دوسری طرف سے قلقے کی آواز سنائی دی۔ پھر آواز آئی۔
"آپ مجھے پڑھائیں گے۔ سراغ رسانی۔۔۔ لیکن میں سراغ رسانی
نہیں سمجھتا چاہتا ہوں۔۔۔ بن آپ میری اور میرے
خاندان کی مدد کریں۔۔۔ اور اس میں کوئی مشکل نہیں۔۔۔ میرا خاندان
ایک محل نما حولی میں رہتا ہے۔۔۔ اور یہ محل نما حولی شرکے شالی
مرے پر گئے جنگل میں واقع ہے۔۔۔ کیا آپ ہماری مدد کریں گے۔۔۔
اس کے پدالے میں ہم آپ کو ایک بست بڑا خزانہ دیں گے۔۔۔ یہ خزانہ
اس حوالی میں ہی ایک جگہ وغیرہ ہے، لیکن کہاں۔۔۔ جب تک میں نہ

بتاؤں۔۔۔ آپ لوگ اس خزانے تک نہیں پہنچ سکیں گے"۔

"نہیں خزانوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔۔۔ اگر افغان سے مل بھی
جاتا ہے تو ہم اس کو سرکاری خزانے میں داخل کر دیتے ہیں"۔

"چلو اس حد تک تو دلچسپی ہے نا۔۔۔ سرکاری خزانے میں داخل
کرو یعنی گا۔۔۔ اس خزانے کو سرکاری خزانے میں شامل کرنے کے بعد

آپ کا ملک دنیا کا امیر ترین ملک بن جائے گا"۔

"اوہو۔۔۔ اتنا بڑا خزانہ ہے"

"ہا۔۔۔ ایک ایک کلووزنی ہیرے کبھی نہیں ہیں"۔

"عن نہیں"۔۔۔ انکھیں جمیع کانپ گئے۔۔۔ کیونکہ ایک ایک کلو کا
ہیرا انہوں نے زندگی میں کبھی نہیں سناتا۔۔۔

"ویسے یعنکھوں ہیرے خزانے میں شامل ہیں"۔

"عن نہیں"۔۔۔ وہ پوکھلا اٹھے۔۔۔

"جب خزانہ آپ کے سامنے ہو گا۔۔۔ اس وقت آپ کو میری
بات پر قیمتیں آجائے گا"۔

"لیکن آپ ہم سے چاہتے کیا ہیں؟"

"یہ میں یہاں نہیں۔۔۔ حوالی میں بتاؤں گا"۔

"اوہ اچھا۔۔۔ آپ نے ہمارے شوق کو ٹھاٹھا دیا۔۔۔ اب ہمیں
آنکھی ہو گا۔۔۔

”میں نے تو پہلے ہی کہا تھا۔ آپ آئیں گے اور یہ کیس
حل کریں گے۔ ضرور آئیں۔ ہم آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔“
”اوکے۔“ وہ بولے
اور دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔



☆ یہ فون کال آئندہ ماہ کے خاص نمبر کا آغاز ہے۔ آپ کے
کرواروں کی زندگی کا خوفناک ترین کیس آپ اس خاص نمبر کی صورت
میں پڑھیں گے۔

اشتقاق احمد

